

مزمزم

(غزلیات)

۳۱۷ء سے ۳۲۷ء تک

(کیفی حیدرآبادی)



# فہرست

## (سمت)

- صفحہ مطلع کا پہلا مصرع ۱۴ جگہ ہر دوالموسوں کی دل شکر میں
- ۱ خم، سو، ساغر، طرحی، جام، پیمانہ مرا ۱۵ زہے قیمت کہ میں ناخو استہ ہماں جہرت ہو
- ۲ دریا، عشق، مے، سر، ہوا، کو، کیا ۱۶ بدنام ہوں، دِل، ہوں، سوا، ہوں، رخ، ارہوں
- ۳ کیا قیامت، ہر ذرا، اہل، محشر، دیکھنا ۱۷ خلا، طبع، نازک، کرتے، ہیں، جو، کام، کرتے، ہیں
- ۴ اب بھی، شیدا، ہر زمانے، کا، زمانہ، تیرا ۱۸ قیامت کی، کشش، ہی، تیری، ورے، ارا، نکھیل
- ۵ نہوا، وعدہ، صل، آپسے، پورا، نہوا ۱۹ ہماری، طرح، نا، اہلوں، کو، کیوں، ناقص، تے، ہیں
- ۶ دھیان، ہم، نے، ترا، او، شعبہ، گرا، چھوٹا ۲۰ خدا، شاہد، نہیں، اندیشہ، سود، ویاں، مجھ، کو
- ۷ دنیا میں، جو، معشوق، ستم، گار، نہوتا ۲۱ دوستی، نبھ، جائے، اُن، سے، ابتدا، ایسی، تو، ہو
- ۸ بجلیاں، کوندی، ہیں، اور، ہر، برسا، کی، رات ۲۲ فریب، جن، لاف، عشق، نے، رسوا، کیا، مجھ، کو
- ۹ آنکھوں، نکلے، ہیں، مے، نخت، جگر، آج ۲۳ جیسی، نبھ، نبھائیں، گے، اُس، فتنہ، گر، کے، ساتھ
- ۱۰ وہ، برستہ، فسانہ، ہر، زبان، شمع، تربت ۲۴ کی، ہر، کچھ، تقلید، انداز، خرام، یار، کی
- ۱۱ چنی، ہو، تم، نے، کب، افغان، جس، نے، تباں ۲۵ ہر اک، سے، مل، کے، ہتی، ہر، الگ، نے، بیاں، میری
- ۱۲ تسلط، بعد، جنوں، کے، ہوا، اپنا، بیاں ۲۶ اگر، نکلے، غبار، آمیز، آہ، آتشیں، اپنی
- ۱۳ کہیں، پوشیدہ، ہیں، وہ، عشق، کی، نیرنگیاں، کج ۲۷ کس، کے، دل، میں، کھب، گئی، کس، کی، نظریں، زچ، کج
- ۱۴ میں، تباہوں، رکھ، زندہ، مجھے، اُس، دن، کی، نیک ۲۸ منظور، ہو، نظارہ، جس، کو، وہ، آئے، جھانکے
- ۱۵ آرزو، ہو، نہ، تنہا، ہو، نہ، اراں، دل، میں ۲۹ تھم، تھم، کے، ٹپکتا، ہو، میرے، دیدہ، تر، سے
- ۱۶ خدا کی، یہ، خدائی، ہو، جس، اکثر، نکلے، ہیں ۳۰ جلوہ، ترا، اسیر، طلسم، خیال، ہو
- ۱۷ تکلف، کیا، ہو، میرے، گھر، کو، اپنا، گھر، بنائے، ہیں ۳۱ کسی، پر، جان، جاتی، ہو، کسی، پر، دل، تصدق، ہو
- ۱۸ ناتا، ہوں، کہ، مجھے، تاب، نظار، اتوں، ہیں ۳۲ تھیں، فرصتیں، اب، بن، سنا، لیک، بھی، ہو

۲۰ دست آل خانہ غرابی نظر میں ہو ۳۲ کیسی برہی جب سامنے پیمانہ آتا ہو  
 ۲۸ مجھ غرت جان سے قاتل! کیا کیا گزند پہنچے ۳۳ لے کے دل نہ پھیرے اب جان بن کر جان  
 ۲۹ تبسم لب پہ خنجر ہاتھ میں آنکھوں میں تھی ہو ۳۴ کر کر کے ظلم ہم پر مظلوم آپ ٹھہرے  
 ۳۰ وہاں تو دل جلانے کے لیے اغماز ہوتا ہو ۳۵ قسمت معکوس ہو رہی ہو  
 ۳۱ خوش چشم جو رش بھی ہو وہ خوش نظر بھی ہو ۳۶ اُن پہ الزام نہ آئے مری ناکامی سے  
 ۳۲ فکر سادہ ہو نہ تماش معاش ہو ۳۷ میری طرح نہ آہ کوئی بے اثر کرے  
 ۳۱ لب پہ تعریف تری آئی ہو ۳۵ اک آگ سی لگی ہوئی سب تن بدن تیرا  
 ۳۲ اپنے سائے سے چھجکتے تھے جو پہلے پہلے ۳۶ ابھی تک چشم گریاں میں نمی ہو  
 ۳۲ ترک الفت کا ارادہ قصد پوشی بھی ہو ۳۸ میں کہتا ہوں اُسے تو میری جاں ہو

## سہولت

صفحہ	سطر	کیا لکھنا تھا	کیا لکھا گیا	صفحہ	سطر	کیا لکھنا تھا	کیا لکھا گیا
۴	۱۰	مستور	مستور	۱۴	۳	ادھر عصیاں	ادھر عصیاں
۵	۲۱	ہو	کب ہو	۱۴	۱۴	کب ہی	کب ہی
۹	۹	معنا	معنا	۱۲	۱۸	مجھی سے	مجھے سے
۱۰	۱۴	لیجے	یہ	۵	۲۳	اس قابل زباں	اُس قابل زباں
۱۰	۱۸	ہم سا	ہم سا	۹	۲۳	کروں گا	کروں گا
۱۰	۱۹	کنہ	کنہ	۱۹	۲۳	بائیں ہیں	بائیں ہیں
۱۱	۶	وابستہ	وابستہ	۲	۲۳	کھپ گئی	کھپ گئی
۱۱	۲۱	ڈھونڈ لیں گے	ڈھونڈ لیں گے	۷	۲۴	چشم بد دور	چشم بد دور
۱۳	۶	ندی	ندی	۱۸	۲۴	فرقت کی داستان	فرقت کی داستان
۱۳	۷	بھی	بھی	۲۱	۲۸	خود پسند	خود پسند
۱۳	۹	سائے	سائے	۱۱	۲۹	خنجر	خنجر
۱۵	۷	متھاری چشم	متھاری چشم	۱۱	۲۹	آئینے	آئینے
۱۶	۱	ہوں	ہوں	۱۵	۳۳	جتنے	جتنے
۱۶	۶	خوار	خوار	۱	۳۶	بیت اخزن	بیت اخزن
۱۶	۱۷	ہنس کر	ہنس کر	۸	۳۶	ساماں کی	ساماں کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مرست

الف

۱۳۱۰ء سے ۱۳۲۴ء تک

میرے ساتی! جب مرا تو ہی تو موخانہ مرا  
بھیس تو یوں دیکھنے کو ہفتیہ نہ مرا  
میرے حق میں جنت الماویٰ ہو کا شانہ مرا  
آج تو اک محشر تاں ہو جو لو خانہ مرا  
باغ جنت سے بھی اچھا ہی۔ یہ دیرانہ مرا  
”آج تک میرا ہی دیوانہ ہی۔ دیوانہ مرا“  
کوئی دنیا میں لگانہ نہ ہو نہ بے گانہ مرا  
شمع کہتی ”ہو مگر ایسا ہی پروانہ مرا“  
نیند آنے کے لیے سنتا ہی افسانہ مرا  
ہو گیا ٹکا ہلاتا ہی کوئی شانہ مرا

خم۔ سُبُو۔ ساغر۔ صراحی۔ جام۔ پیمانہ مرا  
بے نیازانہ طبیعت دل ہی شانہ مرا  
ہر طرف مشق تصور سے ہفتیہ باریکا  
تم یہاں کیا آئے گویا اک خدائی آگئی  
ساز و سماں میں مری یہ بے دُر سامانیا  
بعد مدت کے ہوئی ہو قدر۔ اب کہتے ہیں وہ  
دشمن اپنا آپ ہوں میں دوست اپنا آپ میں  
میں یہ کہتا ہوں ”پرائی آگ میں گرتا ہی کون“  
درد دل میرا ہوا، ہی باعث آرام یار  
ای خار و دل اب تو سر اٹھانے دے مجھے

شعر کیا۔ نعرہ بھی سن کر کہتے ہیں گفقی ہی؟ (رسالہ اردو مٹلی علی گڑھ)  
چھپس سکتا کس انداز مستانہ مرا (رسالہ ۱۹۲۳ء)

سودا چو ہو چکا ہو۔ وہی پھر ہوا تو کیا  
ہنگامہ روزِ حشر کا تر بھر ہوا تو کیا  
غملین دل۔ اگر مری خاطر ہو تو کیا

دردِ خارِ عشق مرے۔ سر ہوا تو کیا  
وہ جوشِ داوخواہی بے داوہی یا  
اب، وہ غمِ فراق کی لذت کہاں نصیب؟

اب وہ دماغ ہی نہ رہا اسی جنون عشق!  
 اب چشم امتیاز کی منت، اٹھائے کون  
 اب دل میں۔ حسرت شب امید نہیں  
 ہم ہیں ہی۔ مگر وہ طبیعت، وہ دل کہاں  
 سمجھائے کیا اسے جو نہ سمجھے کسی کی بات  
 محشر میں ہو رہی ہے قیامت؟ تو جو نہ وہ  
 وہ صلح کل پسند طبیعت۔ نہیں رہی  
 ہم اپنے دردِ دل کی کہانی سنائیں گے

کہتے ہیں شاعری جسے کیفی! وہ اور ہے  
 صحیفہ جلد ۱۱ نمبر ۱۱  
 ہونے کو کوئی ناظم و ناظر ہوا تو کیا

بابتہ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا قیامت ہو۔ ذرا اسی اہل محشر اچھٹا  
 مجھ کو مرگ ناگمانی کا فرادیتا ہو۔ لے  
 دیکھنے کو دی ہیں جب آنکھیں ہیں اللہ نے  
 ناز میں قاتل مراکتا ہو (خبر چھپنیک کر)  
 گنبد چرخ کھن میں اب توجی لگتا نہیں  
 تیری۔ غیروں جو تھی درپردہ سازش کھل گئی  
 کان جب تک ہیں، ملاست گر کی نئی چپے  
 یہ ادائے خاص ہے تجھ ہی میں اسی تصویر یاد  
 ساتھ دے اپنا اگر وہ کا فر خاطر نشیں  
 آسمان سر پر اٹھا رکھتا ہے شوخ عشق سے  
 دار و گیر حشر ہو۔ زاہد بھی کیفی بھی ہے

اُن کی یہ نجی نگاہیں میرا اوپر دیکھنا  
 بھول کر میری طرف تیرا۔ استمگر! دیکھنا  
 رنج و غم جو کچھ دکھاتا ہو مقدر۔ دیکھنا  
 ہو یہ کتنا سخت جاں اللہ اکبر! دیکھنا  
 دوسری دنیا میں۔ کوئی دوسرا گھر دیکھنا  
 میری آنکھوں میں ذرا آنکھیں ملا کر دیکھنا!  
 آنکھ جب تک ہے۔ تراروے منور دیکھنا  
 کوئی تجھ سے سیکھ لے سب کو برابر دیکھنا  
 بات کبھی میں ہی کیا؟ اکابر چل کر دیکھنا  
 حضرت انسان کی قیمت کا چکر دیکھنا  
 کون کرتا ہے بھلا یہ معرکہ ستر دیکھنا

(صحیفہ جلد ۱۱ نمبر ۱۱)

اے دل سن وہ ترے۔ اف وہ زمانہ تیرا  
 کہ نہیں رنگ وہ۔ اے بزمِ شبانہ! تیرا  
 یہ ہوا عیدِ شب وصل! دو گانہ تیرا  
 نہ رہا وہ۔ نہ رہے گا یہ زمانہ تیرا  
 حال دیکھے نہ کوئی مضطربانہ تیرا  
 گوارا وہ نہ سہی مستقلانہ تیرا  
 نام لیتا ہوا کوئی بے ادبانہ تیرا  
 تو۔ زمانے سے خفا۔ اور۔ زمانہ تیرا  
 وہ کہانی ہو مری۔ یا ہو فسانہ تیرا  
 کہیں چو کے نہ تڑپنے سے نشانہ تیرا  
 لاکھ شکوے مرے اور ایک بہانہ تیرا  
 غیر کا ساتھ۔ مرا ماتھ ہو بسانہ تیرا  
 جس سے سنبے۔ وہ سنا تا ہو فسانہ تیرا  
 آئینہ تیرا ہی۔ زلفیں تری۔ شانہ تیرا

اب بھی شیدا ہی زمانے کا زمانہ تیرا  
 ایک ساتی کے نہونے سے۔ ہو کیا بے لطفی  
 فرط شادی سے جو ہیں۔ دودھ گھر کی گشتی  
 ضد۔ لڑکپن کی گئی۔ اب ہو۔ جوانی کا غرور  
 دل بتیاب سنبھل! خوف ہو رسوائی کا  
 کہہ دے کہہ دے کہ ہم آجائیں گے انشاء  
 دل چرایا ہو مر اس نے۔ خدا ہی جانے  
 میں بھی خواہ جہاں۔ اور جہاں میرا وعدہ  
 ہوتی ہیں عاشق و معشوق میں جو جو باتیں  
 دل کو تسکین تو دے۔ او قدر انداز اول  
 میری سونٹیں۔ اور اک تری بے پروائی  
 رنج و راحت کے مرے سب کو کم بختیں  
 مجھ سے کچھ کم نہیں! تری رسوائی  
 مجھ کو تاخیر کا شکوہ نہیں۔ ہاں اور سوز

کس سے شکوہ ہو شکایت ہی کیس سے کیفی  
 کوئی بے گانہ یہاں ہی نہ یگانہ تیرا

کبھی امرو ز کا فردا پس فراموش  
 بن کے ان جاہ۔ پھر پوچھتے ہیں "کیا نہوا؟"  
 وہی عاشق ہی جسے تم کہو "ایسا نہوا"  
 ابلکہ دل کا۔ حباب لب دریا نہوا  
 جس کے ہاتھوں سے کبھی بند قبا و نہوا

نہوا وعدہ وصل آپ سے پورا نہوا  
 جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ کوئی پورا نہوا  
 یوں تو ہونے کو ہی وہ کون ہو شیدا نہوا  
 پھوٹ کر۔ جزو دلِ خوں شدہ ہو جانا تھا  
 گتھیاں قسمت برگشتہ کی سلجھائے وہ کیا

صحیفہ جلد (۳) نمبر (۳۵۲) کوئی بے گانہ یہاں ہی نہ یگانہ تیرا

(دبابتہ شوال ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ)

یہ بھی کچھ آپ کو معلوم ہوا یا نہوا؟

پردہ اہل جنوں دامن صحرانہوا

یہ مرض وہ ہی بھوبے سے بھی اچھا نہوا

”دیکھنے آئے تھے جو ہم۔ وہ تماشا نہوا“

کوئی ایسا ہی۔ نہوتا ہی۔ نہوگا۔ نہوا

ہم کسی کے نہوے۔ کوئی ہمارا نہوا

اُن سے ایسا نہوا۔ ہم سے تقاضا نہوا

وعدہ کیسا۔ کہ ستم بھی کوئی پورا نہوا

تم نے وہ ناز کیا۔ جو تمہیں زیبا نہوا

عشق کیا عشق۔ جو باز ایں رسوا نہوا

ہاے اس وقت مرا روٹھنے والا نہوا

ہو رہا ہر کوئی بدنام۔ کسی کے باعث

ہم کو کیا کیا نہ کیا ترک وطن نے بدنام

یاد تیری نہیں جاتی ہی تہاے دل سے

اُن کے آنے سے ملاچیں۔ تو وہ کہتے ہیں

جو کھاتا تھا۔ وہی کھتا ہوں۔ کہوں گا بھی

نہ رکھا بے سروپائی نے کہیں کا بھی ہیں

کبھی پورا نہوا عمر بھر انتہا رسوا

تم وفادار نہیں کیا۔ کہ سگر بھی نہیں

میں نے وہ ضبط کیا۔ جو میرا کمال نہیں

حُسن کیا حُسن۔ پس پردہ جو سطور رہا

آہ بے ساختہ نکلی ہی یکایک دل سے

ہم کو کیفی نظر آتا ہی اُسی کو چے میں

جو مقیم حرم و دیر و کلیسا نہوا

رَآلَا دَیْبًا جلد بے برہنہ

چھوڑنے کا تو نہ تھا قصد۔ مگر چھوڑا

کہ۔ دوانے بھی۔ دُعا نے بھی۔ اُتر چھوڑا

ایک مدت جو تھا قصدِ سفید چھوڑا

مُرغِ دل پر مے شہباز نظر چھوڑا

دردِ دل چھوڑ دیا دردِ جگر چھوڑا

کو رشتہ ہی یہ زاہد نے اگر چھوڑا

جب فرشتوں نے مراد امین تر چھوڑا

شبِ فرقت نے۔ گریبانِ سحر چھوڑا

دھیان ہم نے ترا۔ او شجہ گرا چھوڑا

تجھ کو اللہ پر امنی دردِ جگر چھوڑ دیا

جب وطن میں نہیں ملنے لگے غربت کے منے

طرفِ غیار ہی۔ وہ شوخ نگہ۔ دیدہ دلیر

دل جگر لے کے۔ براہِ کرم اُس ظلم نے

باغِ دنیا کے تماشے بھی۔ ہیں اُس کی قدرت

زاہد خشک کو محشر میں ہوئی کیا حیرت

مجھ سے نجات کی جس دن سے ہوئی دُکیر



دنیا میں جو معشوقِ شمع کا بہوتا  
 عاشق کبھی لذتِ چش آزار نہوتا  
 امیدِ عبادت کے کیا مجھ کو پشمال  
 ورنہ کبھی اس درد کا اظہار نہوتا  
 رہتی کوئی دن اور تمنائے عبادت  
 اچو کاش! علاجِ دل بیمار نہوتا  
 اوشانِ کیری سے دشمن ہیں باک  
 کیا بات کہ میں؟ اور گنہ گار نہوتا  
 شہرت کے لیے ہوتی ہر ایمان شکنی  
 ورنہ کبھی اسلام پہ ادبار نہوتا  
 (ق) میں اپنا تخلص بھی کیسے نہیں کرتا  
 اللہ! ترا نام جو غفّار نہوتا...

ت

سُورۃ سے ۱۲ تا ۱۸

بجلیاں کوندتی ہیں اور ہی رسات کی رات  
 اب کہاں جاتے ہو؟ رہ جاؤ ہیں رات کی رات  
 چھیر میں ماسِ ادب، ناز و ستم، شرم و غضب  
 کس تکلف سے کٹی پہلی ملاقات کی رات  
 رات دن ہوتی تھی کیا کیا میری خاطر داری  
 وہ تواضع کے رہے دن مدارات کی رات  
 تممت بد نظری، آنکھ چُرانے کا گلہ  
 بحث کیا چھڑ گئی تھی، شرح اشارات کی رات  
 روز و شب، خلوت و جلوت میں ہم تھے  
 اب ملاقات کا دن ہی نہ ملاقات کی رات  
 ایڑہ طالع میدار کہ ہم خواب ہو وہ  
 میں تو اس رات کو سمجھا ہوں کرامات کی رات  
 دن نکلتے ہی نکلتے لگیں آنکھیں دیکھو!  
 تم نے کھائی تھی قسم سچ کہو کس بات کی رات  
 باتوں باتوں میں شب وصل کہیں بھور نہو  
 آج کی رات نہیں حرف و حکایات کی رات  
 زندہ پی پی کے گلے ملتے ہیں کیا ایک ایک  
 عید کا دن ہو کہ ہو اہل خرابات کی رات  
 نہ اُجالے سے ہی مطلب نہ اندھیرے سے  
 دن خرابات کا دن رات خرابات کی رات

بے تری دید کے آفت میں ہو کیفی شب و روز  
 دن قیامت کا سو دن رات بلیات کی رات

ج

سلسلہ سے ۱۲۲۷ تک

آنکھوں سے نکلتے ہیں میرے سخت جگر آج  
 آتی ہے جو کل موت، وہ آئے مجھے گھر آج  
 کچھ اس کی خبر ہے، کہ نہیں کل کی خبر آج  
 پہنچے انھیں کس طرح مجھے دل کی خبر آج  
 پھرتی ہے نگاہوں میں تری صورت زیبا  
 واماں شب ہجر کا پیوند لگا..... ہے  
 کس کے گل نقش کف پاکی ہے یہ خوش بو  
 حسرت نے مری مجھ کو کیا زندہ بگوزارہ  
 مجبور ہوں میں اور تو مختار ہے مالک  
 سنتا ہوں غریبوں پہ ہے عام اس کی نواز  
 آؤ بخشش ہو ادھر شان کر رہی  
 غافل تجھے کل سامنے جانا ہے کسی کے  
 اک روز بھی وہ بزم تصور میں نہ بھیرا  
 ہو ختم شب وعدہ تو پر و انہیں مجھ کو

گھر دھونے کو بیٹھے ہیں مجھے دین آج  
 ہو جائے وفا وعدہ نہ ترا اگر آج  
 کس سوچ میں بیٹھا ہے جو کرنا ہے وہ کر آج  
 تاثیر ہے نالوں میں آہوں میں اثر آج  
 آنکھوں کو مری لگتی ہے خود میری نظر آج  
 ہو گا نہ کبھی چاک گریبان سحر آج  
 جنت سی ہمکتی ہے مری راہ گزر آج  
 اُس نے تو میرے قتل پہ باندھی ہے کمر آج  
 کل جس سے میں نادم رہوں آیا تو نہ کر آج  
 ہے اپنے وطن ہی میں مرا قصد سفر آج  
 پھیلائے ہوئے ہوں میں ادھر اس آج  
 کچھ دل میں خدا کے لیے اللہ سے ڈر آج  
 ہم کہتے رہے لاکھ، ٹھہر آج ٹھہر آج  
 جتنا ہو سنو زنا تجھے او شوخ بنو آج

کیا جانے یہ کس شوخ سے در پر وہ لڑی ہو  
 کیمفی تری آنکھوں سے ٹپکتا ہے اثر آج (دشاعرہ)

س

سلسلہ سے ۱۲۲۷ تک

وہ برجستہ فلانہ ہی زبان شمع تربت پر  
 کھلے گی جس کی رنگینی بیاض چشم عبرت پر

ہوئی ہر وضع داری ختم اپنی شام فرقت  
 ہمارے قتل سے بھی رونق آئی رنگ و خشک  
 ہمارے داغ دل کی دیدنی ہر گرم بازاری  
 اڑائی دھجیاں دست جنوں نے اس سلیقہ  
 ہوئی ہر نگہ مستی وجہ توبہ ورنہ اسو قاتی  
 تری بے انکے خور کردہ بمل کو، نہو کیوں کر  
 کراٹا کاتیں کی نکتہ چینی سے ہمیں کیا ڈر؟  
 شب فرقت کی، بزم آرائیاں کس بات میں گم  
 عدم ہو کر بھی آثار وجود اچھوں کے اچھے ہیں  
 خلاف وضع داری چھیر کر کی بات اس سے  
 ترا تعظیم کو اٹھنا ترا تسلیم کو جھکنا۔  
 عجب ہنگامہ ہے ان کی غلط انداز نظر کا  
 مجھے ہونا پڑا منت پذیر طعن دشمن  
 بخوف بے خودی کی مر سے توبیرے خوشی نے  
 عدد کو دیکھ کر میری طرف ہ دیکھنا تیرا  
 حینان جہاں سحرات دن بہتی ہیں آغوشی  
 خلوص دیکھ لی کا نام بھی لیتا نہیں کوئی

رہن منت ساقی! رہوں گا عمر بھر کیفی!  
 (مشاعرہ بتقریب) اگر مل جائے کوئی جام، دستار فضیلت پر

یہ بد اللہ کے اعداد ہیں سر لوحِ قرآن پر  
 چینی ہو تم نے کب، افشانِ حسین رہے تباں پر  
 کہ زخمِ ناخن و خشت بھی نگہ ہو گریباں پر  
 لگایا ضبط نے، یہ عیب کاوش لے پیمانہ پر



کہ پرچم بن کے دامن رہ گیا خارِ مغیلاں  
 قرار پار لہے دل نہوتا، نوکِ مرگاں  
 کہ پی چادرِ مہتاب کی ہو زخمِ خداں  
 کبھی قمری نظر آتی نہیں سروِ چراغاں  
 دھواں کب ہو فروغِ لمعہ شمعِ شبستاں  
 ہوا کیا خاک اثر؟ آنسو کا انگرے سوزاں  
 کیا ہو رخت و شست، قطع میرے جسمِ پیاں  
 کہ رحم آتا ہو زلفِ یار کے حالِ پریشاں  
 کوئی ہو شیرِ قالیس پر۔ کوئی شیرِ تیشاں  
 ہوا ہو بے نشانی کا کماں کو غریباں  
 بڑا احسان ہو خوردِ شید کا اس شہنشاں  
 چنے ہیں شیشہ آلات اس نے ایسے طاقِ پناں  
 پسیدی ہی نظر آتی ہو ابے یوارِ زنداں  
 کہ پاس وضع کا چھدار، آخر گریباں

تسلط بعدِ محنوں کے ہوا اپنا بیاباں  
 اگر قبضہ تھے بھل کا ہو جانا نکٹاں  
 یہ کس مہوش کی ایڑے ہلائی ہے ہر دلِ تنہا  
 نظر بازوں کو دھوکا اعتبارِ نام پر کوئی  
 سیہ روئی، عیاں ہو کمرشی سے تیرہاں کی  
 ہماری تیرہ جہتی کا نمونہ ہو گیا ظاہر  
 مری آوارگی کی قدرِ خیاط ازل کو، ہو  
 پریشانی جو میری باعث مجموعی خاطر  
 گدا و شاہِ معنا ایک ہیں لیکن ہر فرقِ اتنا  
 آلِ پائے مالی نے کیا ہو صاحبِ نسبت  
 دم گر یہ بنا چاکِ جگر، رسوائی کا پردہ  
 ترے وحشی کی نظروں میں، چچے کیا چرخِ دنیا  
 ہوئی ہیں ہڈیاں گلِ گل کے چونتیسے قیدی  
 کر کے کیا پنجہِ وحشت، برا ہونا توانی کا

غزل ہو۔ یا کوئی طوار ہو بس چپے سو کھفی  
 گراں ہوتی ہو تطویلِ سخن، طبعِ سخنداں پر

کسین پوشیدہ ہیں عشق کی نیکیاں ہو کر  
 عدو کی اقرار پر دازیوں کی قدر کرتا ہوں  
 مری ہر دلِ غریبی سے مجھے ہو خوفِ آزادی  
 یہی عالم رہا اگر سوزِ دل کی بے قراری کا  
 مجھے حالِ ننوکیوں ذوقِ وصلِ لذتِ ہوا

کسین ظاہر ہیں جلے حسن کی نیکیاں ہو کر  
 کہ تیرا نام چلے گا مری بدنامیاں ہو کر  
 عجب کیا ہو جو نگلوں نالہ زندانیاں ہو کر  
 درود یوار گر جائیں گے اک دن بجلیاں ہو کر  
 وہ میرے دل میں رہتے ہیں مری بے تابیاں

بابت ۱۳۲۰ھ  
 (منطقہ جنابِ جمعیہ)

مشاعرہ سالِ محنت  
 آصفیہ غفران مکان

ہمارا دستِ وحشت کیوں نہوس رہا پیش  
 مری گستاخیوں نے بے تکلف کر دیا اُن کو  
 وہاں وعدہ خلافی کی ہوا کرتی میں تجویز  
 تسلی بخش غمخواروں کے فتنے کا کام کیا دیں گئے  
 ترقی خواہ عمر و دولت و اقبال آصف ہو  
 مجھے منزل پہ پہنچایا ہو میری ناتوانی نے  
 ادا کس منہ سے ہو شکر اس ادا کا خاص کا ادا

نہ وہ کس بل رہا ہم میں نہ وہ طاقت ہی کفایت  
 شاعر و مالک و ہفتی نہ ہو گئے مغلوب تن آسانیاں ہو کر  
 حضرت غفرلہ کا باب



(سیرت سے مسئلہ تک)

میں ڈرتا ہوں نہ رکھ زندہ مجھے اُس دن کی تک  
 رہا ہوا زہر و عشق پر ہم کو بھی مدت تک  
 مجھے کس سے شکایت ہی سمجھ میں نہیں آتا  
 مجھے وہ دیکھنے میں خوشی سے میں تو اچھے  
 حجاب اتنا تو عاشق سے نہ کرزم تصور  
 قیامت کا اجازت کیا؟ جو لہنا ہو تو اب لینے  
 نہ ہو گا کوئی ہم سا بے ٹھکانہ خانہ آوارہ  
 تری کس کس ادائے دلتاں پر جانِ صدمہ ہو؟  
 تم اپنا کل کا وعدہ آج ہم سے پورا کر دے  
 و فور شرم سے چھپتے ہیں زیر دامن مرگاں

سلامت حضرت و اعطار ہیں یارب آیت تک  
 مگر لب پر نہیں آتا ہوا ب نامِ محبت تک  
 جدا ہیں اپنے مغضوں سے مگر حرفِ شکایت تک  
 مگر ڈر ہو نہ اٹھ جائے کہیں رسمِ عیادت تک  
 وہ کتنا ہو تری صورت کو تو بھی اُس کی صورت تک  
 کہ دم کا کیا بھروسہ کون جتیا ہو قیامت تک  
 ٹھکانے سے نہیں لگتی ہماری کوئی محنت تک  
 رسائی ہو نہیں سکتی ہماری کہ نہ قدرت تک  
 ابھی ہم سر کے بل آتے ہیں میدانِ قیامت تک  
 نکل سکتے انہیں میں آنکھ سے اشکِ غلیمت تک

گیا بچس شباب آیا مجھے پہچاننا کیسا؟  
 مجھے ارشاد ہو! میں ناز برداری کو حاضر ہوں  
 ہماری خاکساری کیوں نہیں بھرتی لگاتیں  
 ہلکے بعد مٹی بھی نہ کر برباد غیروں کی  
 الہی کثرت عصیاں سے میں آنا پناہاں ہوں  
 کثود کار کی تم سے توقع کون کلمے کا  
 مشاعر و عرسِ محشر میں سلامت میکدہ تیرا ہے ساتی قیامت تک  
 نہیں چچاں سکتے، لمبے تم خود اپنی صورت تک  
 سنہل سکتا نہیں جب آپ سے باز رکھتا تک  
 ترے دل میں تو گھر کر لیتی ہو گرد کی دھرت تک  
 جو تو چاہے تو حاضر ہی ہماری خاک تبت تک  
 کہ اے شرم کے ہیں سنگول اشک غامت تک  
 ہے محروم جب البتہ داماں دولت تک  
 گھٹا چھائی خلک پر دم گھٹا جاتا ہی کلمی کا  
 باقیہ السلام بزمِ نہد مرق

ن

(مسئلہ سے مسئلہ تک)

آرزو ہی نہ تمنا ہو نہ اراں دل میں  
 اُڑتی ہو خاک کدورت سے ویراں دل میں  
 زلف پر خم میں دل آویز پریشانی ہو  
 عالم نزع ہو یا ترکِ تعلق کا خیال  
 کہہ رہا ہو کہ محبت نہ کریں گے اب سے  
 ایک زنجیر کے وابستہ ہیں آزاد و اسیر  
 کثرت یاس سے کم داغِ منت سنا ہوا  
 بے سبب بھی کوئی بے چین بنا کرتا ہو  
 امتحاں آج ہو تیری قدر اندازی کا  
 اُس سے انصاف ستم بے محبت کی امید  
 داد جی کھول کے ہم جوشِ جنوں کی دیتے  
 دھونڈ لیں گے کوئی ہم موت کا جیل خانہ  
 اب تو ظالم اتری حسرت بھی ہر مہاں دل  
 نیز بان دل میں با کوئی نہ مہاں دل میں  
 آپ آئے تھے گریبے پریشان دل میں  
 یاس اسید سے ہو دست و گریبان دل میں  
 یا الہی! کوئی بڑ بول ہو پنہاں دل میں  
 ہو غیب طوفِ طلمات کا زنداں دل میں  
 نظر آتا ہے چسپاں غتہ داماں دل میں  
 کچھ نہ کچھ ہو اثر کاوشِ مگر کاں دل میں  
 تیرے سینے میں ہے تیر کا پیکان دل میں  
 جس کی آنکھوں میں مروت ہو نہ ایمان دل میں  
 کاش ہو کوئی سنسان سیابان دل میں  
 ہونے دیں گے نہ کبھی تجھ کو پشیمان دل میں

مٹ گئے داغِ گمراہ کے نشان باقی ہیں

(شاعرہ نسیم)

یعنی آباد ہو اک شہرِ خموشاں دل میں

خدا کی یہ خدائی ہو جس اکثر نکلتے ہیں

ہزاروں نیتوں پر گھر سے وہ باہر نکلتے ہیں

کہاں کی آہ کیسے اشکِ اجیم ضبط کرتے ہیں

ہمارے قتل کے سامان موت ہے ہاں کیا

وہ کہتے ہیں کہ تیری بامیرے دل میں سمجھتی ہو

بہار تازہ آئی ہو بلا نوشوں کا مجمع ہو

مری حالت پہ روتے ہیں جھپا کر منہ نصیحت کے

نکل لے ہر ساتی! اس طرف لا اور تھوڑی

نہیں معلوم یہ کس دل جلے کا ڈھیر ہو یا بیا

جلایا دور ہی سے چھینٹے دے کر مجھ کو ساتی نے

دکھائی کچھ نہیں دیتا کہ اک دیوارِ حال ہو

جسے کہتے ہیں عاشق وہ نہیں تباہ ہو نہیں

مے نالے مے آنسو ہیں میں کس کو فضیلت ہے

کہا میں نے سناؤں باجر اپنا تو نہ رایا

یہ کیا حجت ہو اسی ساتی نے لینا اک دنیا دو

بلا ہیں چھوٹے چھوٹے تیرے کیسے لوہے میں

پکیتے ہیں جو قطرے خونِ خم سنگِ طعنان کے

غور۔ اور اس قدر بچھنے کے ملنے والوں کے

اُترتی ہیں مائے اضطرابِ شوق کی نقلیں

گر کیفی! کہیں ایسے پری سیکر نکلتے ہیں

بڑی مشکل سے ارمانِ دل مضطر نکلتے ہیں

نکلتے دو اگر قبضے سے بحرِ دہر نکلتے ہیں

کبھی تیغیں نکلتی ہیں! کبھی خنجر نکلتے ہیں

نکلتے ہیں نیاں سے حرفِ یا شتر نکلتے ہیں

تہی منخانے سے جامِ و سوسان نکلتے ہیں

ابا یہ خشک مغزوں کے بھی اتر نکلتے ہیں

اگرچہ دامِ پہلے کے بھی کچھ ہم پر نکلتے ہیں

کہ آتشِ بارے اب تک زیرِ خاک اتر نکلتے ہیں

شرائے آتشِ سیال سے کیوں کر نکلتے ہیں

بجائے اشکِ آنکھوں سے مری پھر نکلتے ہیں

مری جانِ چاہنے والے تو یوں اتر نکلتے ہیں

کہ وہ ان سے سوا۔ اور اُن سے یہ تر نکلتے ہیں

”گمے گزے ہوئے وقتوں کے پھر تو نکلتے ہیں“

خوشی سے مانگے یوں دامِ کب ہم پر نکلتے ہیں

بڑے ہو کر بھی کافر تو غارت کر نکلتے ہیں

سمجھ کر لعل اُٹھاتا ہوں مگر تھپ نہ نکلتے ہیں

جواں ہوتے ہی کیا سرِ خاک کے کچھ پر نکلتے ہیں

وہ عاشق بن کے دل تھامے ہوئے مضطر نکلتے ہیں



رائی دام کامل سے ہماری ہو چکی کھٹی!  
(دق) نکالے سے کہیں تقدیر کے چکر نکلے ہیں

تکلف کیا ہوئی گھر کو اپنا گھر بنایا  
رائی پاکے ہم دم چھوڑتے ہیں قید خانے میں  
پہیلی اک نئی ہوتی ہوئی ہے ہر زمانے میں  
تری تہذیب کی بڑھی ہے سمجھ میں تو لو آخر  
دیا ہو عشق جس کو صبر بھی تھوڑا سا ہے  
بنایا مجھ کو بے خبر اس قدر کیوں کیا کوچ  
ہمیشہ کے لیے مسامحہ میں گل کے گوشتی لیل  
عدو کا خرمن اید کیوں جلتا نہیں بار بار  
کہ تکلیف آپ کو ہوتی ہے ہر روز آنے جانے  
ہے یہ بعد اپنے۔ یادگار اپنی زمانے میں  
کہ اس کا بوجھنا بھی دیکھنے میں نہ کھائیں  
بہت سی کام کی باتیں بھی ہیں تھے زمانے میں  
الہی! ہو کی کسی چرکی؟ تیسے خزانے میں  
نہیں ہو دخل بندے کو خدا کے کارخانے میں  
یہ کس کو ڈھونڈتی ہے آتش گل آئینے میں  
جھلک برق ہلاکی ہو کسی کے سکرانے میں

پرائی صحبتوں کا حال سن کر دل بھرتا ہو  
(۱۰۔ رمضان ۱۳۱۷ء)  
ہمیں پیدا کیا کھٹی! خدانے کس زمانے میں

یہ مصنف نے خواہ ایک شاعر ۱۳۱۷ء میں کیا تھا جس کی یہ غزل ہو شاعر کا اشتہار بھی اپنے  
ہی نام سے دیا اور یہ لکھا تھا کہ علامہ آقا سید علی شومتری اسناد الملک طوٹی مرحوم ۱۲۰۰ ذی قعدہ ۱۳۱۷ء  
اور جمال استاد حضرت داغ دہلوی (مرحوم ۹ ذی قعدہ ۱۳۱۷ء) نے شاعر میں آنے کا تجربہ ہی وعدہ کیا ہے  
یہ شاعر بڑے پیمانہ پر ہوا تھا۔ ہندو دکن کے بالکل شعر احسن اتفاق سے شریک تھے لوگ آج تک اس  
شاعر کی کیفیت غزل لے لے کر بیان کرتے اور اکثر ستر سنانے ہیں۔ لکھنؤ کے شہرت یافتہ مرثیہ گو جناب پیار  
صاحب رشید (مرحوم) کے یہ دو شعر لوگوں کو یاد ہیں  
ہوا ہو تخت محل دفن ہوتا ہے وحشی کا  
رہنما آغاز الفت سے کہیں انجام بہتر ہے  
جہاں برق کھدی جاتی ہے پتھر نکلے ہیں  
کہ بھر عشق کے ڈولے لب کو شکر نکلے ہیں  
شاعر و شام سے شروع ہو کر صبح کے دس بجے ختم ہوا۔ طعام و قیام کا انتظام مصنف کے والد ماجد  
حاجی سید نظام الدین احمد رضوی (مہاجر) نے بڑے اہتمام سے کیا تھا! شاعر کو اب کلانی (مرحوم ۱۲۸۵ء)  
کی جوبلی واقعہ تالاب مرحوم نے دیا۔ نواب سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی نے پہلی مرتبہ اسی شاعر سے میں  
موسیقی محسن پر اپنی غزل نانی میں جسے ہم آج کل عام طور پر شاعروں میں سن رہے ہیں۔ اس شاعر کا حال  
جسے کرم دوست مولوی حکیم سید محمد علی صاحب عرش طبع آبادی (مرحوم ۱۳۱۷ء) نے اپنے روزنامے  
سے سنایا تھا۔ اس وقت حافظ نے صاحب قدر مدد کی وہ پیر و نظم ہے۔ (رجل)

دور ہی پہنچے مگر یہ بھی گوارا تو نہیں  
 میں گنہ گار خدا کا ہوں، تمھارا تو نہیں  
 ظاہر کوئی قصور اس میں کارا تو نہیں  
 خلوت خاص میں وہ انجمن آرا تو نہیں  
 غیر کی ملک ہو کچھ اپنا اجارا تو نہیں  
 دل فروشوں کی تجارت میں خارا تو نہیں  
 جو نہو چرخ میں، وہ میرا تارا تو نہیں  
 میرے قبضے میں، سمرقند و بخارا تو نہیں  
 یہ کچھ افسانہ اسکندر و دارا تو نہیں  
 شاہد سج قیامت کا، اتارا تو نہیں  
 پاس اپنے علم و طبل و نقارا تو نہیں  
 بے قراری! مجھے اب صبر کا یارا تو نہیں  
 ان ادلوں میں کوئی خاص ارا تو نہیں  
 میرے سینے میں، الہی! کہیں ارا تو نہیں  
 گو وہ جیتانہ رماشع سے ارا تو نہیں  
 اس زمانے میں کہیں لانکا پکارا تو نہیں  
 منحصر، نظم یہ کچھ اپنا گذارا تو نہیں  
 اب سوار ترک وطن کے کوئی چارا تو نہیں

مانتا ہوں کہ مجھے تاب نظر آ تو نہیں  
 کیوں خفا ہوتے ہو مجھ پرست پیر حضرت شیخ  
 آپ فرمائیے! کچھ وجہ گرفتاری دل  
 کون دیتا ہو، قسلی ہمیں تنہائی میں  
 دل کسی کا، نہیں ملتا، نہیں ملتا ہم سے  
 دولت وصل ملے، یا درم داغ فراق  
 اوں نجم! تری باتوں سے ہو کیوں کر نکلیں  
 خال ہند و کوثرے کعبہ دل دیتا ہوں  
 غیر سے آنکھ تری، دیدہ و دانستہ لڑی  
 جس کو ہم سمجھے ہوئے ہیں شب باریک فراق  
 کیا بگاڑے گا، بگاڑ کر، فلک سفند نوا  
 تو ہی کچھ ارحم مرے حال پہ کرساتھ نہ چھوڑ  
 دیکھتے ہیں وہ بھی مجھ کو، کبھی آئینہ  
 دل محبت میں ٹپتا ہو، مگر کیا اتنا  
 آفرین بہت پروانہ جاں باز پہ ہو  
 اثر عشق سے، شاید کوئی مڑتا ہو گا  
 رزق ہر حیلے سے دیتا ہو خداوند کریم  
 کس میری کا تقاضا، خفا کی ہو صلح

بہارِ رحمت

چھوڑ کر تجھ کو کہاں جائے یہ کیفی ساقی!

(دق)

صحفہ جلد (۳) نمبر (۱)

تیری بھٹی کے سوا کوئی سہارا تو نہیں

خبر نہ تھی کہ ہر پوشیدہ آگ پتھر میں

جگہ ہو بواہوسوں کی دل شکن میں

نہیں ہو قطرہ ٹوٹک ہمارے ساغریں  
کبھی ہوئی ہو نہوشان انقلاب کے کم  
دکھائی دے مجھے کس طرح سے نشیب و فراز  
عجب ہیں ہو کہ بس جائے مغفرت کا باغ  
چلا ہو مجھ پر رقیبوں پہ کیوں نہیں چلتا؟  
خوشی سے کرتے ہیں پردہ کہ شرم وضع کیا  
تمھاری چشم سخن کو تو مار ڈالے گی؟  
ستم ظریف! محبت نہ نظر سے نہ دیکھ!!  
یہاں سے کچھ عدم آباد دور بھی نہیں  
و فرورہ نوازی حضرت خورشید

زہے نصیب کہ گردش تو ہو مقدس  
تمام عمر ہے آسمان چکر میں  
نگاہ چھوڑ کر آیا ہوں روزِ دریں  
کہ بچے عطرِ ندامت ہو دامنِ تیریں  
مرالہو ہو کہ مندی ہو پائے خنجر میں  
ہم اپنے گھر سے ہیں باہر کہ عید ہو گھر میں  
کہ خوب بول رہی ہو زبانِ خنجر میں  
نہ یہ جتا کہ ہو ہم بھی تیرے پر میں  
کہ مرنے والے پہنچتے ہیں کوئی دم بھر میں  
بتا بفرمیں ہوں "دہلی" کے یاہوں میں گھر میں

یہاں تو پوچھنے والا نہیں کوئی کیفی (ق)  
خدا ہی پوچھنے والا ہو وہ بھی شمس

اب سوال دہلی

زہے قیمت کہ میں نا خواستہ ہمان شمس  
میں اک گم گشتہ حالت ہستی لاش کی محبت ہو  
حقیقت کیا ہو میری فی الحقیقت حقیقت  
اگرچہ دور افتادہ ہوں لیکن اہل نسبت ہو  
شہید خاطر اربانِ خوں گشتہ کی تربت ہو

الہی! بے خطا تقصیر وار شکرِ نعمت ہو  
میری قیمت کو حیرانی یہ ہو میں کس کی قیمت ہو؟  
اگر سمجھو تو غرت ہوں سمجھو تو مذلت ہو  
کہ دامن کی تے جھٹکی ہو ی گرد کہ درت ہو  
کہ میری خاک کہتی ہو کہ میں کیسے کلفت ہو

الحق صاحب عالم مرزا خورشید علی شاہ اور گورگانی (مجموعہ) ہر دو حضرت داغ دہلوی مرحوم نے مصنف پر اپنے سفر دہلی میں  
ان کے ہمان تھے۔ خورشید عالم مبارک نے مصنف کی اکائیں مشاعرہ کیا تھا۔ یہ غزل اس مشاعرہ کی تھی۔  
اسے مولوی فیض احمد صاحب کثرتِ موانی، ایڈیٹر رسالہ اردوئے معلیٰ علیگڑھ، مولوی محمد علی خاں نواب بخش الملک مرحوم  
(دہلی) کے تعزیت کے جلسہ کی تقریب میں مصنف علی گڑھ گئے تھے مولانا حسرت موہانی نے مصنف کو اپنا بھائی بنا کر ایک  
مشاعرہ کیا تھا جس میں مصنف نے یہ غزل پڑھی۔ (جامع)

مست کاہ میں ہر روز و ہر شب تفریح ہے  
میں اپنے کام کی ساعت تمہارا وقت فرہو  
مجھے ہر رنج میں لذت خوشی سے بڑھ کے ملتی ہے  
گر میں بالہی! عین مقصود مرست ہوں  
میں اپنے آپ پر ہرگز تعریف کر نہیں سکتا  
کسی کی سائینے رکھی ہوئی گویا امانت ہوں

نہ میں مقدور والا ہوں نہ میں مجبور ہوں کبھی! (ق)  
خدا رکھے مجھے میں بھی خدا کی ایک قدرت ہوں  
در سوال شکہ روز جمعہ در علی گڑھ شیشہ

بدنام ہوں، ذلیل ہوں، رسوا ہوں خالی  
سب کچھ ہوں میں۔ مگر ترا امید دار ہوں  
میں اور تیرا عشق؟ یہی سچ ہو نہ جھوٹ ہے  
تو خاکسار دوست ہی میں خاکسار ہوں  
وعدہ خلائفوں کی شکایت تو اک طرف  
لو! آپ کی طرف سے بھی میں شرما ہوں  
امری غیرت وجود! مناسفے مرا وجود  
کتا ہو مجھ سا ناشدنی بار بار "ہوں!"  
امری عشق میں نے دل میں پھلے ہر ترے باغ  
تو میرا پردہ در۔ میں ترا پردہ دار ہوں  
سینے میں حضرت دل مرحوم دفن میں  
میں، اک شکستہ حال نشان فرار ہوں  
دنیا میں، پاس خاطر دل سے بکھٹا ہوں  
پھر آپ اپنی خاطر نازک پہ بار ہوں  
یہ سینہ، اور ان کی مڑہ کی خلش غلط!  
میں آپ اپنے آبلہ دل میں خار ہوں

کیسی! کسی سے اپنی حقیقت میں کیا کہوں؟  
مشاعرہ عرسِ محبت اک تختہ مشق قدرت پروردگار ہوں

خلافت صبح نازک کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں  
تمہارے چاہنے والوں کو ہم بدنام کرتے ہیں  
نہ فکر و جہنم سبب نہ ذکر و صل میں لذت  
نہ میں کر صبح کرتے ہیں نہ رو کر شام کرتے ہیں  
نہ ہنسنے کا سلیقہ نہ رونے کا طریقہ ہے  
غرض ہر کام بے اندیشہ انجام کرتے ہیں  
نظر بازی کسی کی چشم قاتل سے کچھ آساں؟  
بڑی تدبیر سے وحشی ہرن کو رام کرتے ہیں  
ہمارا گریہ بے سود کیا ہو جب ہنسائی ہو  
کہ اپنا وقت صرف ادعلے خام کرتے ہیں  
یہ آنکھیں اور شوق دیدہ؟ یہ اصل کی آئینہ  
خیالات ایسے ایسے آپ کے ناکام کرتے ہیں

ہمارا کام کیا۔ ہم کیا۔ ہمارا نام کیا ہم کیا؟  
 ترے لطف و کرم نے کر دیا گستاخ اس پر چڑھا  
 وہ اپنا کام کرتے ہیں۔ ہمارا نام کرتے ہیں  
 کہ ہم اپنی خطا پر خواہش الزام کرتے ہیں  
 وہ اپنا کام کرتے ہیں ہم اپنا کام کرتے ہیں  
 تھیں ہم یا وہی شاید برائے نام کرتے ہیں  
 اشر فریادیں کچھ ہر نہ اندوہ نہانی میں

صحیفہ جلدہ نمبر ۲  
 یہ تھی اور پھر یہ بت پرستی حضرت کیفی! (ق)  
 پچھلے مانس! اسی پر عیسے اسلام کرتے ہیں!

قیامت کی کش ہوتی تیری دور دار آنکھوں میں  
 کھینچ آتی ہر جان طالبیدار آنکھوں میں  
 ممکنے کو گل داغ محبت دل میں ہر اپنے  
 کھٹکنے کو ہر خار حسرتیدار آنکھوں میں  
 کبھی فرصت جوتی ہو تو تیری آہ کتنا ہو  
 فقط اب ہ گئے ہیں ریت کے آثار آنکھوں میں  
 ہوئی نڈبوں حبیب گریباں ستیل اپنی  
 لگا رکھے ہیں ہم نے آنسوؤں کے آثار آنکھوں میں  
 مے میں نظر ہر رات دن اک شمع کا جلوہ  
 کہو آئے نہ نیند اب مری ہیدار آنکھوں میں  
 وہ آنکھوں آنکھوں میں کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں  
 کوئی دیکھے تھکے دیکھنے والے کی کیفیت  
 ہزاروں ایسے اک اچھی آنکھیں ہم نے دیکھی ہیں  
 ملا کر آنکھ دل لینا ہی بائیں ہاتھ کا کرتب  
 ہم اپنا دل دیا کرتے ہیں اچھی آنکھ والوں کو  
 سمجھتے ہو جسے تم مرد مکہ مرد مکہ کہہ رہے؟  
 لبو میں جوش ہر دل میں محبت پیار آنکھوں میں  
 مگر آنکھیں میں تیری اوبت عیار آنکھوں میں  
 سو اس کے بھرے ہیں بے شمار آنکھوں میں  
 وہی چرخ چھٹی ہوتی ہے چچے جو چار آنکھوں میں  
 ہو اوہی جمع دو در آتش سحر آنکھوں میں

اُسے ذلت کی پرواہ ہو نہ بدنامی کا اندیشہ

اگر کیفی کی غرت ہو تری سرشار آنکھوں میں

صحیفہ جلدہ نمبر ۲  
 ہماری طرح نا املوں کو کیوں تانتے ہیں  
 شکایت آپ کی سُن سُن کہ ہم شائے جاتے ہیں  
 کوئی ہم سب بالاکش اپنے دنیا میں دیکھا ہو؟  
 کہ کیسے نگدل کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں

خود و عشق بڑھتا ہو تری بے اعتنائی سے  
 بگڑ کر ہم نے کب امید کی تجھ سے منانے کی؟  
 یہ چلتے چلتے اڑ جانا یہ من بن کر بگڑ جانا  
 کہاں کا قول کیا اقرار کیا عہد و عدا کیا  
 نہو پاس سخن جس کو وہ انسان کوئی انسان ہو؟  
 محبت کس کو کہتے ہیں محبت اک کسوٹی ہو؟  
 کہ لوگ اک امتیاز خاص ہے ہم کو بتاتے ہیں  
 ادھر تو دیکھ اذناں! ہم مسکراتے ہیں  
 تو سے انداز اب گستاخیاں ہم کو کھاتے ہیں  
 یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آتے ہیں جاتے ہیں  
 وہی ہیں مرد جو کہتے ہیں منہ سے کر دکھاتے ہیں  
 ہر اک کو چاہ کر ہم اپنے دل کو آزماتے ہیں

فریب عشق اہل حق پر چلتا ہو یوں کھفی!  
 کہ پہلے اپنے معشوق کو ہم عاشق بناتے ہیں

ق

(سہارا سے سنا آتے)

خدا شاہد نہیں اندیشہ سو و زیاں مجھ کو  
 بنایا ہو مری غفلت نے جس رانگاں مجھ کو  
 مجھے غم ہو تو یہ غم ہو کہ نگلیں دوسرے کیوں ہیں؟  
 نہیں کھلنا الہی! اس سے کیا مطلب ہے پانچ  
 طبیعت دے تو ایسی دے الہی! جس سے میں بے  
 جو مغل مری خصلت کا سماں کر چکا پورا  
 ارادہ تو بہت کچھ تھا گرا ب کیا کہوں تم سے؟  
 یکایک آتے تھے وہ تو میرا حال کھل جاتا  
 میں اس بے قدری عہد وفا کی قدر کرتا ہوں  
 سفر کی لذت آئینہ آفتوں سے خصلت ہو  
 مزے اصرار کے انکار کے۔ دونوں کو آئیں گے  
 تر و دیش کم کا ہو نہ فکر این و آن مجھ کو  
 کروں خدمت کسی کی حوصلہ اتنا کہاں مجھ کو  
 و گرنہ عینا جی چاہے سالے آسمان مجھ کو  
 سناتے ہیں مجھ سے سُن کے میری اتناں مجھ کو  
 اگر دل دے تو ایسا دے جو رکھے شہادیاں مجھ کو  
 سلام کہے تی ہو جھک جھک کے شاخ آتیان مجھ کو  
 سنبھلنے ہی نہیں دے تیر مری بے تیاں مجھ کو  
 نہ تو قی کاش پہلے اطلاع امتحاں مجھ کو  
 کہو تم شوق سے ای مہرباں یا مہرباں مجھ کو  
 وطن میں ٹھونڈتی پھرتی نہوں سوئیائیں مجھ کو  
 اگر میری زباں تجھ کو ملے تیرنی باں مجھ کو

نئی سوچھی شریک بزم بھی رکھا تو یوں کھا  
وہ روٹھا ہی ذرا اس کو مناد و خضر صبح  
کوئی گلچیں کے دامن میں کوئی صیاد کے گھر میں  
نہ گلشن گل کو راس آیانہ میرا آشیان مجھ کو

بظاہر سیکڑے سے دور ہوں میں اب کر کیفی! مشاعرہ بزمِ نندا  
نہ بھولا ہی نہ بھولے گا مرا پر مغال مجھ کو باتِ سلسلہ

دوستی نبھ جائے اُن سے ابتدا ایسی تو ہو  
ہم میں اور اُن میں محبت یا خدا ایسی تو ہو  
رحم اُس بے رحم کو آجائے مجھ کو دیکھ کر  
وجہ میں ہوں اہل نظارہ ملے قال کو دُعا  
تشنہ پھر چلے سکنڈ آپ خود میرا ہو  
وہ یہ کہتے ہیں کہو اب ہم نہ چاہیں گے تھیں  
عرض مطلب پر یہ شوخی تیرے تبسم دیکھنا  
باہمی تکرار یا رہا ہوتے ہوئے رہ نہ جائے  
ہم مریض بجز راقی مرتے مرتے ہی گئے  
مدعا دونوں کا ہی معلوم دونوں کو مگر  
دل کی دل میں گھٹک کے رہ جا تو پھر کیا ہو  
بخشنے والے کو اپنی ایسی بخشش پہنونا  
نکمت میں سادگی اغماز میں سنجیدگی  
کوچہ قاتل میں مجھ کو گھیر کر لائی ہو یہ سر

موجھاں باڑتی تھی کیفی! مشاعرہ بزمِ نندا  
پھر وہ دن آئے زمانے کی ہوا ایسی تو ہو باتِ سلسلہ

فریبِ حسن و آفِ عشق نہ رسوا کیا مجھ کو  
مٹی و مشوق کی ہو قدر زائد سے سوا مجھ کو  
جہاں تک ہو سکے تم سے کہے جا رہا مجھ کو  
مددِ ایزدِ اُمیدری! آرزو ہو آجیوں کی  
ہست اترائے جاتے ہیں بڑا احسان ہے  
نہیں ڈرجان جانے کا گر ڈرہو تو یہ ڈر  
خدا کی دین ہو اس میں کسی کا کیا اجارہ  
نہ وحشت ہو نہ سودا ہو یہ پھر آوارگی کیسی  
لگاؤٹ کی نگاہیں ٹاڑ لیں گے تارنے والے  
یہ وحشت اور ضبطِ آہ و فریاد و فغاں ہو  
یہ بے دروئی یہ بے قدری یہ بے مہری پیر  
دل اپنا صاف کے توڑتا ہوں سنگِ لغو سے  
محبت نے بڑھایا حوصلہ اتنا کہ کتا ہوں

بہار آئی ہو کیفی اب کہیں کتا ہوں نیچے سے  
صحیفہ جلد ۱ نمبر ۲  
سمجھتے تھے جواب تک اب سمجھیں بارِ سامجھ کو  
بابتہ بیع الاول ۱۳۲۵ھ

ھ

(۱۳۱۷ء سے ۱۳۲۷ء تک)

جیسی نیچے نبھائیں گے اُس فتنہ گر کے ساتھ  
تو کر مقابلہ فلک کی سنہ ور کے ساتھ  
شوخی نہ شرم۔ یہ بھی زالی ہو دل لگی  
دل چاہیے ملا تو۔ یہ حاضر ہے لیجیے!  
ہو زندگیِ بخیر تو چھوڑیں گے مر کے ساتھ  
بے داد گر کی جوڑ ہو بے داد گر کے ساتھ  
تم ہم سے منہ چھپاتے ہو آرام کے ساتھ  
پڑتے ہیں لاکھ کامِ بشر کو بشر کے ساتھ



بہر عیادت آؤ مرے چارہ گر کے ساتھ  
 کس بے خبر کی میل ہو کس بے خبر کے ساتھ  
 وہ با چشم ترکی گئی چشم تر کے ساتھ  
 لٹتا ہوں میں تو مفت تھاری نظر کے ساتھ  
 پروا کی ملی ہو، چراغ سحر کے ساتھ  
 آنکھیں ہوں بند۔ روزِ نیاوار کے ساتھ  
 جاتی ہو جان، نالہ مرغ سحر کے ساتھ  
 اب ساتھ ذیل کے وہ رہے یا بک کے ساتھ  
 خطا دیکھتے ہی آگئے وہ نامہ بر کے ساتھ  
 میری نظر بھی رہتی ہو تیری نظر کے ساتھ  
 کہتا ہوں خیر باد دعا کو اثر کے ساتھ  
 ہوں راہزن کے ساتھ کبھی اہل کے ساتھ  
 بیٹھا ہو گھر تو بیٹھے ہیں ہم اپنے گھر کے ساتھ

مجھ کو شفا ہو تم سے کوئی بدگماں نہ ہو  
 وہ تم سے، اور ہم ہیں زمانے سے بے خبر  
 رونے کے ذکر پر نہیں آتی ہو منہ ہی  
 جو لوٹتے ہیں دولت میدان پر لوٹ ہو  
 اس وقت بزم یار سے ہم کو بھی ای جاں  
 یا رب ایہ ظلم ہم سے تو دیکھنا نہ جائے گا  
 یاد آ گیا ہو صبح شب وصل کا سماں  
 چھوڑا جب اس نے ساتھ ہمارا تو ہم کو کیلے  
 تاثیر جذبِ دل میں نہ تھی نہ خوش سلیقگی  
 میں دیکھ لوں گا اُن کو نہیں دیکھتا ہو تو  
 کچھ مانگنے کو میں نے اٹھائے نہیں ہیں ہاتھ  
 مجھ کو خبر نہیں مجھے کس کی تلاش ہو  
 ظوفان اشاکے، نہ نکلنے ویاہر میں

کیفِی اوہ رات بھر کے نشے ہو گئے ہرن  
 (ق) دل اپنا بچھ گیا ہو چراغ سحر کے ساتھ

(مشاعرہ)

سی

دستِ آست ۱۳۲۲ء

کی ہو کچھ تقلید اندازِ خرام یار کی  
 روکشِ خلد بریں دیوار، بام یار کی  
 طالبِ خبت ہو وہ اولادِ یار کس طرح  
 تم کھلے بندوں پھر ڈاؤں ہم مقید ہی ہیں  
 چال خود بتلا رہی ہو چرخِ رقتار کی  
 چشم تر تفسیرِ تجھی تھا اَلْاَکْثَرُ کی  
 جو نہ لے منت کسی کے سایہ دیوار کی  
 واہ کیا اچھی ہویں پابندیاں اقول کی

چھیر کر کھانے لگے ہم گالیاں بازار کی  
کتنی تھنڈی چھانو ہو قاتل تری لوہو کی  
یاں تو نبھیں گئیں ظالم سے بیمار کی  
دھجیاں اڑنے لگیں پھر زخم دامن ار کی  
داستان کس کو سناؤں اشتیاق یار کی  
عقل کتنی ہو کہ اس کی آرزو بے کاری  
آبلوں کو جستجو ہو وادی پر خار کی  
طرح ڈالی جس نے یارب احسن کے بار کی

فرط سوانی میں یک گونہ مزا ملنے لگا  
ہم صغیران عدم سوتے ہیں کیا آرام سے  
ہائے اب بھی پانوں سے ہندی نہیں چھینتی  
پتہ و شت کے ناخن بڑھ گئے آئی بہار  
گوش ہیں دیوار و در کو رشک سے منہ بند  
دل یہ کہتا ہو کہ ذکر العیش نصف العیش ہو  
انقلاب دہر جاتا ہو کنواں سیوں کے پاس  
بخش دیتا ہوں میں اس کو اپنی انکھوں کا آؤ

وہ انگلیں مٹ گئیں وہ ولولے جاتے ہے  
شاعرہ بزم زنداں ہائے کیفی! کیا کہیں طاقت نہیں گفتار کی  
(۱۳۲۰ء محرم (رق))

ایکلی پھرتی ہوتی ہیں داستانوں میں زبان میری  
وہ آئیں میرے گہراتنی بڑی قسمت کہاں میری  
کہاں نہ چائیں وحشت نے اڑا کر جھیاں میری  
نہ مانا ہو نہ مانے گا کبھی یہ آسمان میری  
زلزلے میں ہوا باندھے ہوا ہوں کا دھواں میری  
الہی! آج تو گھم میں ہیں پانچوں انگلیاں میری  
کرے گا جستجو کیا کیا چمن میں باغباں میری  
بسر ہو جائے گی کچھ دن چنبی بے آیشاں میری  
فقط اک کس سپری ہو گئی ہو قدر داں میری  
شکست رنگ سے ہے عیاں رنگیناں میری  
الہی کٹ نہ جائیں اپنے دل میں ہیراں میری

ہر اک سے مل کے ہتی ہو الگ طرز سیاسی  
کہاں ایسا مقدر باریابی ہو دہاں میری  
زبان رد و شل غقا ہو گئی ہو داستان میری  
فقط اک شغل بے کاری ہو فریاد و فغان میری  
عدو کار و زور روشن تیرہ و تاریک ہو جائے  
جواب خطا میں کہنی چڑی باتیں اس نے لکھی ہیں  
زبان حال سے کہتا ہو گل گلچیں کے دامن میں  
تو افسردہ ہوا آتش گل بچھوٹے اس کو  
کوئی پرسان حال اپنا نہیں لیکن خدا رکھے  
نہے قسمت بگڑ کر بھی بن آتی ہو عجیب رت  
نہو جاؤں کس آزاد دشمن کی اسیری سے

عجب کچھ وضع کی پابند ہیں پچھائیاں میری  
 بنی ہیں زردبان درد دل یہ سلیاں میری  
 بہت کی جستجو گرد و نواح آشیاں میری  
 ہوئی ہو جا بجائے کڑے کڑے اتاں میری  
 نہ اس قابل ہن میرا نہ اُس قابلِ نباں میری  
 مگر یاروں کو ازبر ہو گئی ہو داستاں میری  
 خوشامد کرتے کرتے تھک گئی اب توبان میری  
 نئے پہلو سے میرا پردہ دکھتی ہو فغاں میری

دردِ زنداں سے باہر کب ہوں اس ناتوانی پر  
 ترقی ہوتی ہو جس وقت میں پہلو بدلتا ہوں  
 میں وہ تپ تاب ہوں مجھ کو کہیں یا بیجانے  
 کچھ اس نے یاد کر لی ہو کچھ اُس نے یاد کر لی ہو  
 سوال بونہ لب کیوں نہ جو تلخ کامی ہو  
 وہی سنتا ہوں بے سنتا ہوں میں عاشقِ ناز  
 الہی امیری خاموشی میں ہے تاثیر گویائی  
 سنائی کچھ نہیں دیتا کسی کو ہو وہ ہنگامہ

معارفِ گروہی ہم شہرِ شہرِ شہر  
 فدائے شاہد و ساقی کروں کا شکر کبھی  
 (باجتہ) ن

اگر مجھ کو ملے سو بارِ سہرا سب کچھ میری

زیر سمجھے فلک اپنا فلک سمجھے زیر اپنی  
 فلک اپنا نہ اپنا تھا نہ اپنی تھی زیر اپنی  
 فلک بھر لے گا دامن گود بھر لے گی زیر اپنی  
 دماں کیا شہر ہو گا جب یہ حالت ہو کہیں اپنی  
 سنبھالو اپنے دامن کو اچڑھا لو آتیں اپنی  
 کسی کے دل میں کھٹکے گی نگاہ واپس اپنی  
 طبیعت گر نہوتی اس قدر شکِ فریز اپنی  
 ہوئی پیوندِ دامن بیا باں آستیں اپنی  
 نہیں جاتی ہو اب تک تو بائیں ہیں اپنی  
 مگر کیا بے اثر نکلی صدائے آفریں اپنی  
 چراغِ زیرِ دامن ہو کہ آوازِ آتشیں اپنی

اگر نکلے غبارِ آمیز آہِ آتشیں اپنی  
 سمجھ میں آ گیا وحشت ہوئی جب ہم قریب اپنی  
 دہن سے پھول برساتی ہو آہِ آتشیں اپنی  
 تصورِ غمِ شہر آتا ہو قیامت تو قیامت ہو  
 بڑے متعل ہیں اے ہو ذرا سیدھے تو ہو جاؤ  
 الہی اجلہ آنکھیں بند ہو جائیں تو اچھا ہو  
 تری خاطر سے غیروں کی بھی خاطر دایاں گئے  
 جنوں میں لٹ گئے ہم اب تو خالی تھ بیٹھے ہیں  
 محبت کس طرح بھتی ہو آئندہ خدا معلوم  
 تمہارا دل بڑھانے کے لیے تعریف کرتے ہیں  
 عیاں ہو آنکھ کے پردوں کو شعلوں کی جھلکیاں

میت  
سر آنکھوں پر جگہ دیتا ہوں کفیفی فخر کو  
یہی ہونا زین اپنی، یہی ہونا حوریں اپنی

سفرارش کے لیے کفیفی! کہیں کیا شرم آتی ہو  
۹۰۵  
اردو معلیٰ م ۱۳۲۳

کس کے دل میں کھپ گئی؟ کس کی نظر پرچ  
میرے دل سے تو خدا معلوم کس کو بچ گئی  
ہنستے ہنستے ہاتھ اس نے اپنے منہ پر رکھ لیا  
آسمان سے آج بجلی گرتے گرتے بج گئی  
لے گئی سارے حواس اب تقدیر جاں پر آئی  
عرش تک آہ رسا کب میری بے لالچ گئی  
خون عاشق ہو کہ رنگ بے وفائی ہو۔ مگر  
چشم بدور آپ کے ہاتھوں میں منہ بچ گئی  
دل کے جانے پر یہ زور و شور فریاد و فغاں  
بات اتنی سی تھی اُس کی حوم اتنی عجیب گئی  
پیش قدمی کر کے اُس غلام سے ملے ہی ہنی  
تیز و تند و تلخ و دیرینہ شراب آتشیں  
میرے ساتی نے مجھے جتنی پلائی بچ گئی

اب تو مخرج خانے میں کفیفی! ایک تانا تانا  
صحیفہ جلد ۱۵، نمبر ۲) وہ جھبیلامو کشوں کا اور وہ کھچ کھچ گئی  
(بابت دوم شوال ۱۳۲۳ء)

(۱۳۲۴ء سے ۱۳۲۵ء تک)

منظور ہو نظارہ جس کو وہ آئے جھانکے  
روزن ہیں میرے دل میں دیوار لامکاں کے  
بو سے ہزار لیں گے ہم سنگ آستان کے  
ہیں خاشم دشمن گل چشم پاسبان کے  
اب بھی یہ حوصلے ہیں دل خستہ کی فغاں کے  
مل جاتے ہیں زمین سے قلابے آسمان کے  
نظارہ سوز آنسو ہیں چشم خون فشاں کے  
تعلیے بھڑک رہے ہیں کیا سوز شہاں کے  
چھتے ہیں صرف دل میں زلفت کی آستان کے  
گویا بچھے ہوئے ہیں کانٹے مری نہاں کے  
قلب و جگر کے چھالے، اور گئے زبان کے  
زینے بنے ہوئے ہیں کیا آہ ناتواں کے  
گردش نے روئی رکھی کانوں میں آسمان کے  
ڈنکے بجے ہوئے ہیں کیا اوپر فی فغاں کے  
خود زخمکان الفت کیا اپنی نیچ دیکھیں  
دڑے ہیں یہ زمین کے لئے نہیں ہاں کے

ای برق! چار تنکے تھے میرے آشیان کے  
 حتی نمک ہیں باقی ان کے لب و لہجہ کے  
 ظاہر ہو درو میں چہرے سے راز و ان کے  
 فقرے گھڑے ہوئے ہیں اپنے راز و ان کے  
 کاش اپنی قبر ہوتی چکر میں آسمان کے  
 دیکھو تو فی الحقیقت ہوں ساتھ کاڑاں کے  
 محبوب کھنگلی سے پڑے ہیں آسمان کے

بربادی چمن پر کس وقت رحم آیا  
 زخم جگر کی لذت کم ہونے کا قیاس تھا  
 کیوں کر ہو غم گساری غم خوار کی الہی!  
 وہ ہم کو یاد کرتے پھر ہم کو چین آتا  
 پیوند خاک ہو کر رنگ زمیں نہوتے  
 ہوں اول اور آخر باگ جرس کی مانند  
 ای دست شوق! ناخن بے ہوش کے یہ کیا

کیفی! جو میکدے میں رہنا مدام چاہو  
 مشاعرہ زم زندہ  
 یا کر رکھو مغال کو یا ہو رہو مغال کے  
 بابہ ۱۲۲

آتا ہی لہو دل میں جو رس کے جگر سے  
 منہ پھیر لیا اس نے جدھر ہم تھے ادھر  
 مرہم بھی لگاتا ہوں تو میں تیرے پر  
 دیکھوں کہ نہ دیکھوں تجھے حسرت کی نظر  
 ترپے کہ نہ ترپے کوئی تر سے کہ نہ تر سے  
 مارا دیں کافر نے اسی تیرے نظر سے  
 اند بچائے مری کشتی کو بھنور سے  
 دیکھو گے اگر دیکھنے والوں کی نظر سے  
 راتوں کو کہاں جاتے ہو چھپ چھپ کے ادھر  
 تم آپ نہ گرجاؤ کہیں اپنی نظر سے  
 جس وقت گزرتا ہوں تری اہل تر سے  
 تم دیکھتے ہو کس کو حقارت کی نظر سے

تھم تھم کے ٹپکتا ہی مرے دیدہ تر سے  
 شکوہ ہو، ہمیں اپنی محبت کی نظر سے  
 زخمی ہو جو دل ناوک دل و ز نظر سے  
 کچھ زور سے ہوتا ہی نہ زاری سے نہ زور سے  
 تم غیر کو دیکھو جو محبت کی نظر سے  
 پھر زخم لگا دل پہ مرے زخم جہاں تھا  
 اشکوں کا ملاطم کہیں دل کو نہ ڈوبو  
 آٹنے میں شکل اپنی نہ بچاں سکو گے  
 کیا دہل میں جواب ان کو وہ یہ پوچھ رہی  
 غیروں کو محبت کی نگاہوں سے نہ دیکھو  
 جو دل پہ گزرتی ہو وہ نہیں کہ نہیں سکتا  
 سو جو تو ذرا دیکھنے والا ہو تھرا

مع مصنف نے اس پر ایک اور مصرع بھی لکھا ہے ع  
 معشوق ملا کرتے ہیں الفت کی نظر سے ۱۲

ہیں جلوہ گز جوشِ رحمت میں گنہ گار  
امی دست جنوں! ماتھ سے دیت نہ مل جا  
لے لوں گا میں اعطا اترمی دستار پائی  
جب ہوگی قیامت ترے کوچہ ہی میں تنگی  
مارا بھی تو مارا مجھے اک تیر ہوئی  
دن رات تو فرصت کبھی ہوتی نہیں تم کو  
پھر جائے گا پانی تھے اعمال پہ زاہد!  
بڑ بول ہو تم کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا  
کس منہ سے دعا وصل کی ناگوں میں شب بھر؟

دل پر ترے کیفی کے بڑی چوٹ لگی ہو  
شاعرہ عین خضر فیض  
سینک اس کو مے پر میخا آتش ترے  
حیدر آبادی

جلوہ ترا اسیرِ طمس خیال ہو  
لسب بند ہیں کہ بند زبان سوال ہو  
ہم سے نہ بولے کوئی تو ہم کیوں ابے ہیں  
اچھا ہو یہ بگاڑ کہ چھوٹا میں رشک سے  
عاشق خود اپنے حسن طلب کا ہو فقیر  
یہ انتظار وعدہ فردا سے کھل گیا  
کتا ہوں کچھ کہو تو وہ کہتے ہیں کیا کہوں؟  
شرمندہ روا ہو نہ منت کش دعا  
پاتا ہو دل سے کیا صلہ لذت خلش  
مشکل وہ کون سی ہو جو آساں نہ ہوگی

اور اس کی اب ہاں سے رہائی محال ہو  
یہ منتِ حلاوتِ حسن مقال ہو  
صورت اگرچہ رٹے سخن کی سوال ہو  
خوش ہوں کہ اُن کو صرف مجھی سے ال ہو  
تم سے سوال ہو نہ کسی سے سوال ہو  
بے شبہ اُن کی چال قیامت کی چال ہو  
عذر جواب یا رب بھی الٹا سوال ہو  
ناگفتہ بہ مریضِ محبت کا حال ہو  
ہر خار گلستانِ محبت نہال ہو  
دشواریوں کا سہل نہونا محال ہو

مجبور ہوں وگرنہ دُعا بھی نہ آگتا کیا بے محل تبسم سین سوال ہو

(شاعرہ حضرت نین) کہتا دراز دامن گردِ ملال ہو وہ خواب میں ملے بھی تو آنکھ دھانک کر لے

(بات ۱۲۳)

کسی پر جان جاتی ہو کسی پر دل تصدق ہو گئے وہ دن کہ ہم کہتے تھے بندہ بے تعلق ہو  
بھلا کیا قبریں لے جاو گلیں جانِ ابدی قال یہ تیرے ہی لیے ہو اور یہ تجھ پر ہی تصدق ہو  
نہ پریوں کی تمنا ہو نہ خواہش جو جنت کی تمھارے ہو چکے ہم اب کسی سے کیا تعلق ہو  
کبھی جن کو کسی سے بات کرتے شان بگتی تھی خدا کی شان اب ان کی زباں محو ملق ہو

طریق عشق میں کیفی کہاں کی عاقبت بینی صحیفہ جلد (۱) نمبر (۵) امورِ مملکت میں حاجت غور و تعمق ہو

(بات ۱۲۴)

تمہیں فرصت نہیں اب انہا نہ ایک یہ بھی ہو زمانہ ایک وہ بھی تھا زمانہ ایک یہ بھی ہو  
ملا کر دفترِ غم اپنا قصوں کی کتابوں میں ہم اُن سے کہتے ہیں اور فائدہ ایک یہ بھی ہو  
ہوئی کیا ہم صغیر ان چمن کی خانہ بربادی بھڑک کر آتش گل آستانہ ایک یہ بھی ہو  
میں و معشوق کا روزانہ جلے ایک یہ بھی تھا ہمیں ہم ہیں فقط بزمِ شبانہ ایک یہ بھی ہو

انہیں بے حد شکایت ہو مری نازک مرا جی کی انھیں بے حد شکایت ہو مری نازک مرا جی کی

(بات ۱۲۵)

کہ فرماتے ہیں طرز عاشقانہ ایک یہ بھی ہو

دوستِ آل خانہ خرابیِ نظریں ہو صحرائے لق و دق مے چھوٹے سے گھیریں ہو  
گنجائشِ کلام کہاں خیر و شر میں ہو جب تم بشر میں ہو تو بھی کچھ بشر میں ہو  
یوں تو ذلیل و جوار ہر اک کی نظر میں ہو بندے کی شان چشمِ حقیقت نگر میں ہو  
کچھ رنگِ انقلاب تمھاری نظریں ہو اب دل میں وہ خلش ہو نہ کاوشِ جگر میں ہو  
کیا دیکھتا ہوں ات کویں غم اب میں گئے ہو اک ہاتھ ہو گلے میں تھے اک کمر میں ہو  
کس دل جلے کا ڈھیر ہو یا رب تری پنا اس را کہ میں شر ہو جہنمِ شر میں ہو

مصرف کیوں حفاظت شمع سحر میں ہو  
 مشغول وہ تو بجیہ چاک سحر میں ہو  
 بے بس معاملات قضا و قدر میں ہو  
 کچھ ایسی چاشنی مے زخم جگر میں ہو  
 توبہ کی بھی ٹیکن کوئی دانا تر میں ہو؟  
 یوں بھی تو ایک بھیڑی تری رگہز میں ہو  
 پہلے جو تھا وہی تو ہماری نظر میں ہو  
 میری نظریں ہو نہ تمہاری نظر میں ہو  
 وہ بھی نظریں ہو مری یہ بھی نظر میں ہو  
 تیری نظریں کچھ ہو کچھ اپنی نظر میں ہو  
 تشخص نور و نار ہمارے نظر میں ہو  
 دل میں ملاپ اور لڑائی نظر میں ہو  
 کتنے کا مال پھر یہ تمہاری نظر میں ہو؟  
 دنیا کی نیچ اونچ ہمارے نظر میں ہو

کوشش ہو دامن پر پروانہ کی عبث  
 کس طرح کچھ کہوں شب مار فراق سے  
 بندہ بشر ہی عفو خطا کا اُسید و  
 غنوار بن گئے ہیں چھڑکتے تھے جو نک  
 کی ہم نے معصیت بھی سلیقے سے دیکھ لو  
 دیوانہ پن مرا ترے جلوے سے کم ہیں  
 دنیا تمام بھر گئی دل تو نہیں پھرا  
 میں جانتا ہوں لب مری غت آبرو  
 لڑتی تھی آنکھ اب نہیں ملتی نگاہ تک  
 واعظ! یہ اپنی اپنی نگہ ہو کہ حور خلد  
 بوجھو کلیم ہم سے جمال و جلال یار  
 یہ جنگ زرگری مری آنکھوں سے کھینا  
 دل اک نگاہ ناز میں لیتے نہیں تو خیر  
 ارض و سما ہو وقف نگاہ امید و یال

کیف ہی ہو سو بروں کا برا پھر بھی سچ کو  
 ایسا بھی کوئی شخص تمہاری نظر میں ہو؟  
 (ق)

شل ہو گئے ہیں بازو ہیں درد مند نہیں  
 ہم کو بلا تامل اس سے دو چند نہیں  
 اسی نپند گواہاں کیا آواز نپند نہیں  
 دشمن کو بھی نہ مجھ سے کوئی گزند نہیں  
 وہ خود پرست آئے وہ خود پر پند نہیں

مجھ سخت جاں قاتل کیا کیا گزند نہیں  
 پہنچا بے رخ تم نے جتنے عدو کی خاطر  
 مطربے کاں جن کے کچھ کہہ کے بھرئیے ہو  
 میرے سب سے یار بے نقصاں نہو کسی کا  
 یادش بخیر جن کا یہ ذکر ہو رات بھر



تا بام بار بار یارب! ٹوٹی کند پھنچے  
 کم نخت سب قیہ نخت ارجند پھنچے  
 کب گرد کو بھی اُس کی کوئی سندا پھنچے  
 خزند بعض پھنچے بعض نرند پھنچے  
 اس درد کو ہلے وہ درد مند پھنچے  
 عرش بلند سے بھی گز بھر بلند پھنچے  
 کیا جانے کیا سمجھ کر ہم مستند پھنچے  
 پہنچائے تم نے جتنے اتنے گزند پھنچے

میٹھے ہیں آج کیفی مسجد میں لے کے لتیج (بابتہ محرم ۱۳۵۰ھ)  
 ایسے میں کاش کوئی زنا زبند پھنچے (صحیفہ جلد ۲ نمبر ۵)

وہ مخونا ز آٹنے میں محو خود پستی ہو  
 سنا ہو قیمتی ہوتی ہو جو تلوار کستی ہو  
 کوئی ایسی بلندی ہو نہ کوئی ایسی پستی ہو  
 مگر آگے تھے ہمارے کیا اس کی ہستی ہو  
 جہاں ہر بار ہر دم رحمت باری برستی ہو  
 تمہارا گھر ہی میں کیوں کر کمون بلند رہی ہو  
 ترا کو چہ تو کیا اک خانہ بردوشوں کی رہی ہو  
 الہی! میں ہوں کتنا آدمی بیکامیری رہی ہو  
 نگاہوں میں کسی عیار کی چالاک سستی ہو  
 بجائے اشک اب آنکھوں سے یا دوسری رہی ہو  
 گلاتے میں یہ منگی اور اتنے میں یہ سستی ہو

تا تیر کچھ دکھائے آہ دل شکر سہ  
 اک ہم وہاں نہ پھنچے کم قسمتی ہماری  
 کیا تیز رو ہو اپنی عمر رواں کا تو سن  
 وینا سے سب برابر نکٹے گرد مہیں  
 سینے میں جس کے دل ہوا اس میں کچھ خلش  
 دل سے لبوں تک لے نالے تو ہم یہ سمجھے  
 دربار اور ان کا پھر اپنی باریابی؟  
 ہیں میسے دل کے ٹکڑے بھرائی کی ریت

تبسم لب پہ جنبز ہاتھ میں آنکھوں میں تہی ہو  
 طے نیچی نگہ وہ جان بھی لے کر تو سستی ہو  
 محیط عرش و فرش اک حضرت اناں کی کجی ہو  
 ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت تن برستی ہو  
 مدینہ جس کو کہتے ہیں وہ جان ملک ہستی ہو  
 جسے تم چاہو آنے دو جسے چاہو آنے دو  
 پریشانوں کا مسکن اور غمگینوں کا ہیوان  
 مئے ناکرونی اعمال ہیں ناقابل پرش  
 ملا کر آنکھ دل لے لیتے ہیں وہ کس صفائی سے  
 خبر لیتے نہیں تم اپنے بیمار محبت کی  
 متاع دل کی قیمت اجبی جو ہو وہ دو کو

نشاں اس کا مٹاؤ وہ دیاں کھڈا کھچکھو  
فرار عاشق ناشاد پر عبرت برسی ہو

جگہ کیفی اگر تیری ہو چشم مست ساقی میں  
دشاعرہ نصرت غفر (دنب ۱۳۲۵) ق

تو پھر کچھ ذوق مستی اور لطف مری پرستی ہو

وہاں تو دل جلانے کے لیے آغاز ہوتا ہو  
یہاں اپنی وفایر مجھ کو کیا کیا ناز ہوتا ہو  
نہ وعدہ کیجیے استبداد راہم سے ملنے کا  
مراج اکثر اسی دن آپ کا ناساز ہوتا ہو  
گنہ گار اور پھر مجھ سا، خدائی میں نہیں کوئی  
وہ عاضی ہوں کہ مجھ پر مغفرت کو ناز ہوتا ہو  
عجب کچھ گوگو ہو داستان عشق بھی یار با  
نہ مخفی بات رہتی ہو نہ افشار از ہوتا ہو  
سجھتے ہیں میں کچھ آپ کی طرز عبارت کو  
عجب انداز سے مطلب قلم انداز ہوتا ہو  
نکہ ملتے ہی ہم سے مردہ دل بھی بول اٹھیں  
مگر جادو بھری آنکھوں میں بھلی آنچا ہوتا ہو

جناب حافظ شیراز کا سیر وہوں میں کیفی  
مرے شعروں میں کیفی باؤ شیراز ہوتا ہو  
(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶) (دنب ۱۳۲۱)

خوش چشم چوروش بھی ہو وہ خوش نظر بھی ہو  
آنکھوں میں سحر اور نظر میں اثر بھی ہو  
سرخ تاشک زردی رنج کا علاج کیا  
ای چارہ گر اہنت کی تجھ کو خبر بھی ہو  
دل ترک آرزو پہ ہوا مادہ کس طرح  
اُس کو تو پاس خاطر درد جگر بھی ہو  
ذلت کے ساتھ ساتھ ہی غرت بھی عشق میں  
یہ عیب کا ہی عیب ہنر کا ہنر بھی ہو  
غرلہ نشین کوئے بلاست سے ہر طرح  
آسائش وطن بھی ہو لطف سفر بھی ہو

کیفی! بلار! ہو انھیں تو جو اپنے گھر  
ای خانماں خراب اکہیں تیرا گھر بھی ہو  
(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶) (دنب ۱۳۲۶)

فکر معاد ہو نہ تلاش معاش ہو  
کھویا گیا ہوں میں مجھے اپنی تلاش ہو  
تصویر میں ادائیہ اد ابھی نظر فریب  
میں جانتا ہوں یہ بھی انھیں کی تلاش ہو  
مجھ کو یہ یہ خیال کہ میں ہوں بال و دش  
وہ یہ سمجھتے ہیں مے کستے کی تلاش ہو

بزمِ عدو میں وہ مری چپے ہیں بے قرار  
اللہ سے ہجومِ تنہا کی آفتیں  
یہ آہ بے صدا بھی عجب دلِ خراش ہو  
دل پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہو  
اب اک ذرا سی آن میں سب زفاش ہو  
کھل کھلتی ہو میری ثبت بھری نگاہ  
کیفنی کے حال سے ابھی اُفت کہاں ہیں  
صحیفہ جلد ۲ نمبر ۱۰۹  
ہم خوب جانتے ہیں بڑا بد معاشس ہو

لب پہ تعریف تری آئی ہو  
دستِ گتسخ ہیں اور فہاش  
ہوتی ہو دل کی ٹپتے لکیں  
وہ مرے دل سے نکلتا ہی نہیں  
ہر جگہ ہیں ترے جلوے روشن  
سامنے سے نہ ہٹے یہ تصویر  
ہو کامیدان بھی اللہ اللہ  
دیکھ او نیچی نگاہوں والے!  
پھر وہی دن ہیں وہی اتیں ہیں  
تیری شتاق میں میری آنکھیں  
مے حیاتِ ابد کی شستوں کو  
اس جگہ کوئی نہ آنے پائے

ٹانچ لے جلد ذرا سی کیفنی  
شاہدِ محض ہے  
تاک میں گنبدِ مینائی ہو

(۱۴) جلد ۲ نمبر ۱۰۹

اپنے سائے سے جھکتے تھے جو پہلے پہلے  
آپ کی راہ میں کتنا کوئی بے چین ہو  
ساتھ غیروں کے وہ اب پھر ہیں الگ پہلے  
دل نہ غنچوں کے چٹنے کی صدا سے ہلے  
سانسِ آخر مے سینے میں کہاں تک ٹہلے  
جی اڑا کر کے رکھو صحنِ گلستاں میں قدم

دم نکلتا ہو کہیں ہم سے گراں جانوں کا  
روز ہوتے نہیں پیک تھما کے دہلے  
دل ناعاقبت اندیش کی خاطر کب تک؟  
ہم و ماں بستانے جائیں گے جہاں جی ہلے  
اب نہیں غم اگر مہر و وفا کا ہو تو ہو  
ہم کو کیا اس سے؟ کوئی اپنی جگہ کچھ کہہ لے  
یہ ہیں اس کو چے کے آداب شکست و برکت

(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶)

رات بھر پڑے دروازے پہ دن بھر ٹہلے

ترک الفت کا ارادہ قصد روپوشی بھی ہو  
اور پھر دل میں تنہا ہم آعوشی بھی ہو  
خود فروشی ہی نہیں ہو خود فراموشی بھی ہو  
آپ کی باتوں میں گویا لطف خاموشی بھی ہو  
کان میں اک بات سن لو آنا کہ سن تار لیں  
فاش گوئی بھی ہو یہ کہنے کو سرگوشی بھی ہو  
شیخ صاحب اپنی بھی لو اک بار کہہ کر ایغور  
زہد کا ہو زہد می نوشی کی می نوشی بھی ہو  
غیر کی خاطر سے ٹھیری ہو مری گردن نی  
یہ گراں جانی بھی ہو یارب اسبک دوشی بھی ہو

قلّت و کثرت ہو کیفی ابات اپنے اچھے کی

(ق)

موشا و انرا بھی ہو دارے بے ہوشی بھی ہو

یہ کیسی برہمی جیسا منے پیمانہ آتا ہو  
ترے لب تک گر پیمانہ گستاخانہ آتا ہو  
نراکت کا برا ہو وہ سنو نے بھی نہیں پا  
بڑی مشکل سے زلف عنبر تک شانہ آتا ہو  
خوشامد اور پھر تنہا خوشامد؟ اس شکر کی  
تجھے کچھ بھی خیال ای ہمت مرانہ آتا ہو؟  
نہ پوچھو تم او کیا ہو شہرت کس کو کہے میں  
سکھانے سے کہیں انداز معشوقانہ آتا ہو؟  
روح روشن تمہارا زندگی بخش دو عالم ہو  
سمندر بن کے رہ جاتا ہو جو پروانہ آتا ہو  
تباہی دم بدم معورہ عالم کی بڑھتی ہو  
کہ میری میثوائی کے لیے ویرانہ آتا ہو  
خدا جانے یہ کس خاک مقدس سجا ہو گا  
کہ ماتھوں ماتھ بزم یار میں پیمانہ آتا ہو

شراب آتش نے پھونک ڈالا تن میں کیفی

نظر اپنا سراپا مجھ کو آتش خانہ آتا ہو

میرا دمہ ہو اگر تجھ کو کوئی پہچان لے  
 اُس کو ایسی کیا پڑی ہو جو مرا احسان لے  
 بناتے ہیں ہم بھی تجھ کو تو بھی اتنا جان لے  
 لے یہ تھوڑی سی ہو میں قربان میری جان لے!  
 جی پھرک جائے ہمارا کوئی ایسی تان لے  
 اعتبار آتا نہیں سر پر اگر تیرا آن لے  
 تان لے پھر تان لے منہ پر ڈھپڑاں تان لے!  
 نام بھولے سے محبت کا نہ پھر انسان لے  
 اب نہیں سے شان کی وہ بت خلک شان لے  
 مان لے، نا عاقبت اندیش! میری جان لے

لے کے دل منہ پھیر لے ان جان بن کر جان لے  
 مسکرا کر میرا دل لے نہیں کے میری جان لے  
 لاکھ تو پر دوں میں چھپ چھپ کے ہمار جان لے  
 اسے توبہ ہو مگر اب کے تو اتنی مان لے  
 یہ سماں، یہ چاندنی؟ اور مطرب عاشق نواز لے  
 تیرے وعدے کا بھروسہ کیا اسے پائل لے  
 مار ڈالا مار ڈالا۔ لٹ گئے ہم لٹ گئے!  
 ہوں اگر ظالم! ترے سب جو پڑیاں آشکار لے  
 بات کرنے کا سلیقہ تک نہ آتا تھا جسے  
 چھوڑے اور دلِ اخیال خوب یاں چھوڑے

دیکھ کیفی! بادہ دیرینہ درو آمیز ہو

صحیفہ نمبر ۶۰ جلد ۶

ریش قاضی میں ذرا اپنے سے پہلے چھان لے

ایسے سے یا الہی! کیوں کر ملاپ ٹھیرے؟  
 نالے کیے جو موزوں بے سُرِ لاپ ٹھیرے  
 پُرن کے تھے کام اپنے جنتے وہ پاپ ٹھیرے  
 کیا اس کا تول ٹھیرے کیا اس کا ناپ ٹھیرے؟  
 جس دن تہائے گھر میں اک رات آپ ٹھیرے  
 امی عشق! تو تہائے عاشق جو باپ ٹھیرے

کر کر کے ظلم ہم پر مظلوم آپ ٹھیرے  
 پہلو میں دل جو ٹڑپا جنگل میں موز ناچا  
 کیا تیرے بالکپن نے الٹی بہانی لنگا  
 کیا دے کے لوں میں ساتی تیری میری محبت  
 کیا کیا فرے کی آفت کس کس طرح رہی جو  
 آنکھیں سپید کر دیں یعقوب کی رُلا کر

بھٹی کے جگھٹوں میں لذت نہیں رہی ہو

دسمبر ۱۹۱۲ء

اپنا مقام کیفی! اب کوئی شاب ٹھیرے

ساعت منجھوس ہو رہی ہو

قسمت محکوس ہو رہی ہو

چادر شب وصلِ تان لی کیوں  
 مجھ سے اس شوخ کی طبیعت  
 سردی محسوس ہو رہی ہو  
 اب کچھ مانوس ہو رہی ہو  
 پی پی کے شراب تھک گئے ہم  
 تیری زلفِ رسا کی شہرت  
 از چین تار و س ہو رہی ہو  
 مثل جاسوس ہو رہی ہو  
 بزمِ دشمن میں آنکھ میسری  
 پھر اپنی طبیعت اُس پہ مائل  
 افوس افوس ہو رہی ہو

اپنی ہر آہ بت کدے میں

بانگِ ناقوس ہو رہی ہو

اُن پہ الزام نہ لے مری ناکامی سے  
 میں کہوں کچھ یہ کہے کچھ وہ سمجھ لیں کچھ او  
 وہ نہ رسوا ہوں الہی! مری بدنامی سے  
 بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں میں پیغامی سے  
 مجھ کو اصرار کا موقع نہیں ملنے دیتا  
 رشکِ اغیار سے کی ترکِ محبت ہم نے  
 اب وہ کرتا نہیں انکار کو آشامی سے  
 تو وہ سمجھے ہیں کہ ہم ڈر گئے بدنامی سے

ہم سے پوچھے کوئی تعریفِ جنابِ کیفی  
 دیکھنے کو تو نظر آتے ہیں اک حامی سے

میری طرح نہ آہ کوئی بے اثر کرے  
 رنج سے نقابِ دور جو وہ فتنہ گر کرے  
 انسان اپنا کام ہر اک پہنچ کر کرے!  
 سجدہ ملک، تو جانِ تصدقِ بشر کرے  
 معشوق ہی وہ کیا ہی جو دل میں گھر کرے!  
 اب کوئی تم کو پیار کس امید پر کرے!  
 تو بگناہ سے نہ کوئی عمر بھر کرے  
 مجھ سے گناہ گار کو جو ورگزر کرے  
 میری طرف نہ بھول کے کوئی نظر کرے  
 مہمان کی طرح سے نہ آؤ نگاہ میں!  
 سو بار آزمائے بھی عاشق سے ہو گریز  
 ساقی! جو تیری لذتِ بخش ہو عامِ فہم  
 سو جان سے فدا ہوں میں اس پنیاز پر  
 پیشِ سر سے پانوں تک ہم تنِ حرف ازہو

دل میں نہاں خیال ہو اک پردہ دار کا  
 رکھنے کو دل نے پانو تو رکھا ہو عشق میں  
 دیکھے تو اُس کی کوئی ملائک فریادیاں  
 وہ تیر تیرا ہی جو کلیجے کے پار ہو  
 کیا کیا بھری ہو دل میں ہلے انانیت  
 کیسی ڈھٹائیاں ہیں یہ؟ اللہ کی پناہ  
 ملتی ہو اُس کو منزل آوارگی کی راہ  
 زاهد صلوٰۃ و صوم پہ یہ عجب یہ غرور  
 پائے گا روئے شاہد مقصود جس لوہ گر  
 اچر مرجح محبت عالم اجواب دے !  
 آلودگی جائے تزیور۔ کیا کہوں ؟  
 دور و زہ زندگی کی خوشی کیا؟ ملا لیا  
 دل سے دعا نکلتی ہو کیفی ! ترے لیے

اللہ تیرا خاتمہ ایمان پر کرے

اک آگ سی لگی ہوئی سب تن بدن ہیں ہو  
 سیراک جہان کی ہمیں حال دکن ہیں ہو  
 پہلو میں دل۔ نہ جان گراں یہ تن ہیں ہو  
 پروانہ وار روح اُسی انجمن میں ہو  
 لطف کلام کب یہ کسی کے سخن میں ہو  
 سوز و گداز اس لیے میرے سخن میں ہو  
 غربت بھی میمان ہمارے وطن میں ہو  
 اپنا تو اک بھرم ہی بھرم پرہیز میں ہو  
 پھر کس زمیں کا رنوق ہمارے کفن میں ہو  
 اک بات ہی تو ہو جو تھامے دہن میں ہو

عہ یہ غزل آستانہ مرحوم کے انتقال کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۲۹ء کو جناب شیخ یوسف علی صاحب غلو نے اپنے عم محترم مولوی حکیم نواز علی صاحب مست مرحوم (۱۴۱) رجب ۱۳۲۹ء کے ذخیرہ سے تلاش کر کے دی (باج)

کچھے میں بھی ہیں شیخ کو دنیا کی بخشش  
 دنیائے نازیں ہیں عجب دل فریبیا  
 لوحِ مزار۔ تربت شیریں پہ کب ہو یہ  
 معشوق نازیں ہو تو عاشق نیا کیش  
 سو بار جان شاری کو اکادہ ہیں بگر  
 لاکھا جاہی پان کا۔ ہونٹوں پہ بار کے  
 ہو گا، بتوں کو حشر میں شاید یہی عذاب  
 سااں کے دیکھ بھال سے ملتی تو ہو نجات  
 کیا گوگو میں تلخ ہماری ہو زندگی  
 انجم انیس۔ ہو خون تنہا کی یادداشت  
 اک وہ ہیں مرنے والوں سے جو بے نیاز  
 ہر چہرے کے پڑتی ہو دل تار یک پر غصہ  
 کس طرح حلقہ در توبہ۔ ہلا دیا  
 جز زخم ملے دل کے، انیس تازگی کہیں  
 رہتی ہیں ارگردری کس پہریاں  
 وہ اور مجھ پہ ایسی نوازش ہے زہے صیب  
 ہو تازگی فریب دوصد گلشنِ حدوث  
 لذت ہو خامشی میں کچھ ایسی۔ کہ لب نہیند  
 ہر گز میں فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھے  
 اللہ کے، سوز آتش پنہاں کی دست  
 یہ جان اپنی جان۔ نہ یہ دل ہو اپنا دل

بیت الحرم میں ہو کہ۔ یہ بیت الحرم میں ہو  
 رنگ عروس تازہ اسی پیرزن میں ہو  
 چھاتی پہ اک پہاڑ۔ غم کوہ کن میں ہو  
 وہ طاق اپنے فن میں۔ یہ طاق اپنے فن میں ہو  
 اپنی تو جان۔ قبضہ شمشیر زن میں ہو  
 یازگ۔ سرخ برگ گل یا سمن میں ہو  
 دوزخ چھپی ہوئی مرے دل کی طہن میں ہو  
 جو راہبر کا وصف ہو وہ راہ زن میں ہو  
 چپ میں ہو کچھ مزہ نہ حلاوت سخن میں ہو  
 اک اک گرہ یہ دامن چرخ کھن میں ہو  
 اک وہ ہو جو کشاکش دارورن میں ہو  
 یہ ایک شمع مردہ۔ مری انجمن میں ہو  
 کیا زور ناز۔ ساتی تو بہ شکن میں ہو  
 گویا ہماری سیر ہا کے چمن میں ہو  
 غربت میں کب ہو لطف جو اپنے وطن میں ہو  
 کیا آج، کوئی اور مرے پیر ہن میں ہو  
 جو پھول میرے دامن زخم کھن میں ہو  
 گویا زبان یار۔ ہا کے دہن میں ہو  
 انداز شور و شہر تھکے چلن میں ہو  
 بے مغز استخوان ہو جو یک بدن میں ہو  
 ہم کیا ہیں؟ ایک پیکر مردہ کفن میں ہو



مشتوق - اور پھر ہو، وہ عاشق مزاج بھی  
ہم اپنا حال - کہہ نہیں سکتے کسی طرح  
فریادیں، صدا بھی نہیں ہو - اثر کہاں  
اغیار تاب لانہ سکے جل کے اٹھ گئے  
سب تجھ کو چاہتے ہیں - مگر صبر حوصلہ  
پابند شوخیوں نے - مگر کر لیا انھیں  
اب ہو گیا ہو کچھ دہن زخم بد مزہ  
جو ہم شین خاک سر کوٹے یار تھا۔  
بلبل تری گلی میں ہو گلزار چھوڑ کر  
میں جانتا ہوں سب کی طرح خود پسند  
غربت پسند عشق کی، کیا کیا ہیں سازیا  
پاتا ہو دل قرار - تو ہوتا ہوں بے قرار  
پروانوں کا ہجوم ہو اطراف داغ دل  
بے اختیار ہمسے میں کیا کریں  
سے ..... پس مرگ تا ہنوں  
کیسے! بنی بنیا ہو مرا شوق موشی

پوچھو نہ حال کیفی خانہ خراب کا  
(دق) مہمان گھر میں اور مسافر وطن میں ہو

ابھی تک چشم گریاں ہیں نمی ہو  
طبیعت تھمتے تھمتے ہی تھی ہو

بلا جانے گرفتارِ بلا کی  
خدا رکھے پریشاں خاطر کی  
گئی اپنی جوانی ساتھ دل کے  
برائی اور پھر میری برائی  
ہنسی آتی ہو غواروں پہ اپنے  
وہ بن کر آئے ہیں مکے غرادر  
چھپاتے ہیں مجھ سے راز میرا  
بہت کچھ شیخ نے پھر کی ہو توبہ  
بہت جی خوش ہو کیفی سے مل کر  
کماں کا پیش کیسی خرمی ہو  
ہمیں حاصل نشاطِ برہمی ہو  
فقط اب جان جانے کی کمی ہو  
جی ہو دل میں اور ان کے جی ہو  
عجب شادی نہ اپنی غمی ہو  
محرم کا لباس ماتی ہو  
یہ کیا اچھا ثبوتِ محرمی ہو  
مگر بندہ بشر ہی آدمی ہو  
بہت سی خوبیوں کا آدمی ہو

ملے کیفی کو ساتی اجیدی جاں  
مشائخ، پیر زادہ ہاشمی ہو (ق)

میں کہتا ہوں اُسے تو میری جاں ہو  
ادھر ہم اور فریاد و فغاں ہو  
یہ ہم ہیں یا ہمارا اک گماں ہو  
نہ اب وہ فوق آزار و فغاں ہو  
مراشیوں، ہو بلسل کی فغاں ہو  
نہاں سینے میں عشق گلِ رخاں ہو  
خلش افزا مری طس زبیاں ہو  
عجب کچھ گو گو اس کا بیاں ہو  
پتا چلتا ہو اتنا زاہدوں سے  
کچھ اس کے جھکے ملنے میں بھی ہو فی  
وہ کہتا ہو کہ یہ میری زباں ہو  
ادھر وہ اور کچھ ہوں ہو نہ ہاں ہو  
عیاں جس کو سمجھتے ہیں نہاں ہو  
نہ وہ نامہرباں نامہرباں ہو  
یہ اپنا اپنا اندازِ بیاں ہو  
گلابی اپنی آہوں کا دھواں ہو  
دہن اک زخم ہو، کاٹا زباں ہو  
نہیں سمجھو، نہیں۔ ہاں سمجھو ہاں ہو  
ارم خانہ بدوشوں کا مکاں ہو  
کہ آخر آسماں پھرا آسماں ہو

نظر بازوں کو کر دیتی ہیں سرشار  
 انھیں آمادہ کرتے ہیں جفا پر  
 اسیری نے کیا ہو سب سے آزاد  
 مرے حق میں سنگم! مشورہ کر  
 نہیں پھرتا ہو گا پاک کوئی محروم  
 تمھاری شوخیوں میں ڈھونڈتا ہوں  
 کہوں کیا سرگزشت اپنی کسی سے  
 بڑھی یہ خانہ ویرانی سے وقعت  
 گرے گی سب سے پہلے اس پہ جہلی  
 تجھے میں اپنے دل میں ڈھونڈتا ہوں  
 یہ آنکھیں کس شہرانی کی دکان ہو  
 ہمیں منظور اپنا امتحان ہو  
 مجھے صیاد کا گھر آشیاں ہو  
 بڑا بوڑھا پیرانا آسماں ہو  
 عجب چلتی ہو تیروی دکان ہو  
 کہ میرے دل کی بے تابی کہاں ہو؟  
 کہ اک اک بات اک اک داتاں ہو  
 کہ جو میرا مکاں ہو لامکاں ہو  
 کہ اونچا سب سے جس کا آشیاں ہو  
 ذرا کہ دے کہ میرا دل کہاں ہو؟

فقیروں میں ہو کیفی شیخ کامل

تو زندوں میں بڑا پیرمغاں ہو

- ۱ کسی سر کچھ تقلید انداز خرام باری چال خود بتلا رہے جوئے بھر نزاری
- ۲ رکوش غلہ برین دیوار بام باری چشم تر نفسیر خبر غنیمت الہ ہمارے
- ۳ طالع جنت ہو وہ آورہ یار کھج جو نہ لے منت کہے سارے دیوار کی
- ۴ تم کہے بند گہرو اور ہم مقید ہیں داکہ کیا اچھیں ہوئی یا بند یا افرا کی
- ۵ فرط سوار سن اگر نہ فراموش چہرہ رکھ لگے ہم گالیا بازار کی
- ۶ ہم صغیرا عدم شوہن کیا آرام کے کتنی ہندو چہاں ہے قاتل تر تلوار کی
- ۷ کما رہی بادوں سے ہندو نہیں جیٹ غیب لیا تو بنفین چٹنگن عالم تر سیمار کی
- ۸ بیجہ جنت کا خن بڑے آئی ہمار دہی ان اڑنے لگیں پر زخم دانہ دار کی
- ۹ گوش ہن دیوار و در کو رنگ نہ بند ہے داستان لکھناؤن اشتیاق باری کی
- ۱۰ دل بیکہتا ہے کہ ذکر العیش نف العیش عقل کہتا ہے کہ اوکل آرزو بیگاری کی
- ۱۱ القدر بدمر جانا ہے کنون یا کون یا کس آبدون کو جیٹو ہے داد و رخسار کی
- ۱۲ غنیمت دینا پر مین او کو نہیں آئیں گانواب طرح ڈالیں جیٹ یار جس کے بازار کی
- ۱۳ سحر کھینک لگتے ہیں حاکم ہندو نزاری

۱۴

سرس کی غزلیات میں مصنف کا (دستخط) تعلق نمونہ ۱۱

عمرانی  
جامعہ کلاسیک